امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۶ شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۶ مئی ۲۰۲۴ء بروز سوموار | شمارہ نمبر-17

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ خاندانی مسائل اور ان کا حل
■ عالمی اخوت انسانی کی قرآنی بنیادیں
■ اسرائیل غیر انسانی جنگ لڑ رہا ہے
■ انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں......
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

تبرکات

ووٹ کی شرعی حیثیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

آج کی دنیا میں اسمبلیوں، کونسلوں، میونسپل وارڈوں اور دوسری مجالس اور جماعتوں کے انتخابات میں جمہوریت کے نام پر جو کھیل کھیلا جا رہا ہے کہ زور وزر اور غنڈہ گردی کے سارے طاغوتی وسائل کا استعمال کر کے یہ چند روزہ موہوم اعزاز حاصل کیا جاتا ہے اس کے عالم سوز نتائج ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں اور ملک وملت کے ہمدرد و سمجھ دار انسان اپنے مقدور بھر اس کی اصلاح کی فکر میں بھی ہیں، لیکن عام طور پر اس کو ایک ہار جیت کا کھیل اور خالص دنیاوی دھندا سمجھ کر ووٹ لیے اور دیے جاتے ہیں۔ لکھے پڑھے دین دار مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ یہ کھیل صرف ہماری دنیا کے نفع نقصان اور آبادی یا بربادی تک نہیں رہتا بلکہ اس کے پیچھے کچھ طاعت ومعصیت اور گناہ وثواب بھی ہے جس کے اثرات اس دنیا کے بعد بھی یا تو ہمارے گلے کا ہار عذاب جہنم بنیں گے، یا پھر درجات جنت اور نجات آخرت کا سبب بنیں گے۔

اگر چہ آج کل اس اکھاڑے کے پہلوان اور اس میدان کے مرد، عام طور پر وہی لوگ ہیں جو فکر آخرت اور خدا اور رسولؐ کی طاعت ومعصیت سے مطلقاً آزاد ہیں اور اس حالت میں اُن کے سامنے قرآن وحدیث کے احکام پیش کرنا ایک بے معنی وعبث فعل معلوم ہوتا ہے، لیکن اسلام کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ مسلمانوں کی پوری جماعت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ ہر زمانے اور ہر جگہ کچھ لوگ حق پر قائم رہتے ہیں جن کو اپنے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر اور خدا اور رسول کی رضا جوئی پیش نظر رہتی ہے۔ نیز قرآن کریم کا یہ بھی ارشاد ہے: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (الذّٰریٰت ۵۱:۵۵)، یعنی آپ نصیحت کی بات کہتے رہیں کیونکہ نصیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ انتخابات میں اُمیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور اُن کی اہمیت کو قرآن وسنت کی رُو سے واضح کر دیا جائے۔ شاید کچھ بندگانِ خدا کو تنبیہ ہو اور کسی وقت یہ غلط کھیل صحیح بن جائے۔

اُمیدواری: کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لیے جو اُمیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا اُمیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت وامانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔ اب اگر واقعی میں وہ اپنے اس دعوے میں سچا ہے، یعنی قابلیت بھی رکھتا ہے اور امانت ودیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر اُمیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے۔ اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدار وخیانت کا مجرم ہو کر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا۔ اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال ہی تک محدود تھی کیونکہ بہ نص حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، اُن سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے اور وہ دنیا وآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر: کسی اُمیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی۔ اور اگر واقعی میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا وآخرت ہے۔ بخاری کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے (مشکوٰۃ)۔ اور ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کبائر فرمایا ہے (بخاری ومسلم)۔ جس حلقے میں چند اُمیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت، یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (النساء ۴:۸۵) یعنی (جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بُری سفارش کرتا ہے تو اس کی بُرائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے)۔

اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے، اور بُری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق وظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا اُمیدوار اپنے پنج سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کرے گا ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

ووٹ کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس اُمیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے: ایک شہادت، دوسرے سفارش، تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بُری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن اثرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ: مذکور الصدر بیان میں جس طرح قرآن وسنت کی رُو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے، نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے۔

قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمادیا ہے۔ ارشاد باری ہے: قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (المائدہ ۵:۸) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (النساء ۴:۱۳۵)

ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائے شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ تیسری جگہ سورۂ طلاق (۶۵:۲) میں ارشاد ہے: وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ، یعنی اللہ کے لیے سچی شہادت کو قائم کرو۔

ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ سچی شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ ہے۔ ارشاد ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۚ (البقرہ ۲:۲۸۳)، (یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے)۔ (بقیہ صفحہ: ۱۳ پر)

اچھی باتیں

"انسان اپنا بُرا وقت بھول جاتا ہے لیکن بُرے وقت میں لوگوں کا بُرا رویہ نہیں بھول پاتا ہے ☆ ہنسنے، ہنسانے والے اگر اچانک خاموش ہو جائیں تو ان کی خاموشی سے سکون نہیں خوف آتا ہے ☆ صحیح راستے پر چلنا تھوڑا مشکل ضرور ہے، پر اس راستے پر آپ کو کوئی گرا نہیں سکتا ☆ کہتے ہیں قدرت کسی کو مکمل نہیں بناتی یہ ہم ہیں جو الگ الگ پیمانے تراشتے ہیں ☆ بہت اندر تک جلا جاتا ہے وہ آنسو جو آنکھوں سے بہہ نہیں پاتا ☆ دعاؤں میں "تاثیر" آپ کی طلب سے آتی ہے اور "تاخیر" آپ کی بہتری کے لیے ہوتی ہے ☆ شیشہ اور رشتہ دونوں نازک ہوتے ہیں، مگر ان میں ایک فرق ضرور ہوتا ہے، شیشہ غلطی سے ٹوٹتا ہے اور رشتہ غلط فہمی سے ☆ کچھ رشتے کرائے کے مکان کی طرح ہوتے ہیں، انہیں جتنا مرضی سجا لو، چمکا لو، دیکھ بھال کر لو کبھی اپنے نہیں ہوتے۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"اس بار انتخابی مہم کے دوران جتنا شور سنائی دے رہا ہے، انتخابی جلسے، ریلیاں اور تقریریں ہی نہیں روڈ شو کیے جا رہے ہیں گلی کلوں اور گاؤں میں جائیں تو اتنی ہی خاموشی چھائی ہوئی ہے، یہ خاموشی دراصل مایوسی ہے جو کم پولنگ کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے، لوگوں کو کام اور مسائل کا حل چاہیے، پانچ سال انتظار کے بعد بھی صرف انتخابی تقریریں اور نئے وعدے ملے تو ان کا بھی رد عمل ظاہر ہو سکتا ہے، کم پولنگ کسی بھی پارٹی کے خلاف ہو سکتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امیدواروں کے درمیان مقابلہ سخت ہو جائے، اس لیے پریشانی کی بات تمام پارٹیوں اور امیدواروں کے لیے ہے، لوگوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ کم پولنگ سے جمہوری عمل کمزور ہوگا۔ (اداریہ راشٹریہ سہارا ۲۹ اپریل ۲۴)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

نعمتوں پر اظہار تشکر

’’حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ ’’ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ‘‘ یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے، تاکہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں؟ اور جو شکر ادا کرے گا وہ اپنے ہی لئے شکر ادا کرے گا اور جو ناشکری کرے گا تو وہ جان لے کہ میرا پروردگار بہت بے نیاز اور بڑے کرم والا ہے‘‘ (سورہ نمل: ۴۰)

مطلب: قرآن مجید کے سورہ نمل میں کئی سبق آموز باتوں کا ذکر ہے، توحید ورسالت، قیامت کے مناظر، حشر میں رونما ہونے والے حالات اور حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ کی قوموں کے واقعات کو بھی اللہ نے بطور عبرت بیان فرمایا، لیکن اس سورہ میں حضرت سلیمانؑ کی خصوصیات کا بھی تفصیلی تذکرہ ہے، گیارہ سو سال قبل مسیح حضرت سلیمانؑ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت نبی گذرے ہیں، جنہیں اللہ نے نبوت اور سلطنت سے نوازا تھا، وہ انسانوں کے علاوہ جنات اور پرندوں پر بھی حکومت کرتے تھے، ان میں دو خصوصیات تھیں، ایک یہ کہ وہ چرند وپرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کا گذر ایک ایسی وادی سے ہوا جس میں چیونٹیاں کثرت سے رہتی تھی، ان چیونٹیوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ سوراخ میں داخل ہو جائیں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آرہا ہے، وہ زمین مسل کر رکھ دیں گے، حضرت سلیمانؑ نے یہ سن کر مسکرایا اور اللہ کا شکر ادا کیا، عربی زبان میں نمل کے معنی چیونٹی کے آتے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورہ کا نام نمل رکھا گیا اور دوسرے یہ کہ حضرت سلیمان کو جنات پر بھی قابو دیا گیا تھا اور یہ بھی حضرت سلیمان کے لشکر میں شامل تھے، ان سبھوں کو جو حکم ملتا ان کی بجا آوری میں دیر نہ کرتے، جب ہدہد پرندہ نے یہ خبر سنائی کہ سبا نامی علاقہ میں ایک حکمراں عورت ہے، جس کے پاس ایک عظیم تخت شاہی ہے تو حضرت سلیمان نے اپنے دربار کے جناتی ارکان سے کہا کہ تم میں سے کون ملکہ سبا کے تخت شاہی کو یمن سے فلسطین تک پلک جھپکتے حاضر کرے گا، اشارہ پاتے ہی ایک قوی ہیکل جن نے ملکہ سبا کا تخت شاہی سکنڈوں میں سامنے رکھدیا، حالانکہ یہ موقعہ انسان کے امتحان کا ہوتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی پر نازاں وفرحاں ہوتا، لیکن آپ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا ’’ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ‘‘ یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے کہ اس نے میرے ذریعہ یہ معجزہ ظاہر کیا، یہیں سے لوگ اس آیت کو اپنے عالی شان بلڈنگ پر لکھواتے ہیں کہ اللہ نے مکان کی صورت میں مجھے اپنی نعمت عطا کی ورنہ میرے اندر اس کی طاقت کہاں ہے، بلاشبہ مکان کی نعمت پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ نے آرام وہ مکان عطا فرمایا، اگر اس ایمانی جذبے سے مکانات پر اس آیت کو لکھوایا تو یہ بھی شکران نعمت کے قبیل سے ہے، لیکن اگر کوئی فخر ومباہات کے اظہار کے لئے لکھوایا جس کا مقصد عجب وتکبر ہو تو یہ قرآنی اصول کے خلاف ہے اور ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ یہ بات یاد رہے کہ آیات قرآنی کا ادب واحترام ضروری ہے، ایسے کسی بھی طریقہ سے احتراز لازم ہے، جس سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہو۔

کردار وعمل کو درست کیجئے

’’حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’رب العزت فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہیں، بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں- بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہے، اگر بندے میری فرمانبرداری کرتے ہیں تو ظالم بادشاہوں کے قلوب کو ان کے حق میں رحمت اور شفقت کی طرف موڑ دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حق میں عادل اور نرم خو حاکموں کو غضب اور سختی کی طرف موڑ دیتا ہوں، جس کے نتیجہ میں وہ بادشاہ ان کو سخت مشکلات اور تکالیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، اس لئے تم اپنے کو ان حاکموں کے لئے صرف بددعا کرنے میں مشغول نہ رکھو، بلکہ دعاؤں کے ساتھ اپنے کو ذکر اللہ میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں ان حاکموں کے شرور اور تکالیف سے محفوظ رکھوں‘‘ (رواہ ابونعیم)

وضاحت: اس وقت پوری دنیا میں مسلمان مختلف قسم کے ظلم وستم کے شکار ہو رہے ہیں، کہیں ان کی ملی وتہذیبی شناخت کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے تو کہیں ان کے عرصہ حیات کو تنگ کیا جا رہا ہے، اگر ان پریشانیوں کے عوامل واسباب پر غور کیا جائے تو اس کی بہت سی وجوہات میں ایک وجہ نمایاں طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ اس امت کا رشتہ خالق کائنات سے کمزور پڑ گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کرنا چھوڑ دیا ہے اور وہ بداعمالی مبتلا ہو گئی ہے اور اپنے آپ کو بدلنے کے بجائے صرف دعاؤں سے اپنے ظالم حکمرانوں کو بدلنے کا راستہ اختیار کر رہے ہیں، جبکہ قدرت کا قانون ہے کہ دعائیں اسی وقت اثر انداز ہوں گی جب ہم اپنے کردار عمل اور طریقہ زندگی سے خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کو ثابت کریں، ایمان وعقیدہ میں پختگی لائیں، دل وزبان باہم ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو ظاہری اعمال باطنی اوصاف کے مطابق ہو، زبان ودل سے جس ایمان کا اقرار کیا تھا عمل سے اس کی تصدیق ہو، زبان کی سچائی، دل کی سچائی اور عمل کی سچائی جب ان تینوں میں کوئی مسلمان کامل ہو تو وہ کامل راست باز اور صادق ہے، ورنہ گناہ کے گندے تالاب میں تیرتے ہوئے خوشبو کی امید رکھنا ناعاقبت اندیشی کے سوا کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ رب ذوالجلال کا طے شدہ اصول ہے کہ دوسروں سے اصلاح حال کی توقع رکھنے سے پہلے اپنے اعمال وکردار کی راست بازی اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا پابند کرنا ہوگا، ہمارے عقائد وعبادات درست ہونے چاہئے معاملات ومعاشرت میں اللہ اور اس کے احکام کی اطاعت کی پابندی ہونی چاہئے، اگر ایک دفعہ اصلاح کی فکر کی شمع دل میں روشن ہو گئی تو ان شاء اللہ یہ شمع زندگی کو منور کر دے گی، اگر ہم نے اس کا عزم وارادہ کر لیا تو حاکم بھی مشفق ومہربان ہو جائیں گے اور دل سے نکلنے والی دعائیں بھی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے ہمکنار ہوں گی۔

دینی مسائل

(از: مفتی محمد احکام الحق قاسمی)

بلا احرام میقات سے گذرنا

س: اگر عمرہ یا حج کے سفر پر جانے والا ہندوستانی میقات سے بلا احرام گذر گیا تو اب وہ کیا کرے؟ کیا مسجد عائشہ سے احرام باندھ سکتا ہے؟

ج: آفاقی (میقات سے باہر رہنے والا) مکہ مکرمہ یا حرم میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو خواہ مقصد حج وعمرہ ہو یا سیاحت وتجارت، اس پر میقات سے گزرنے کے لئے احرام میں ہونا ضروری ہے، ورنہ دم لازم آئے گا، لہذا صورت مسئولہ میں عمرہ یا حج کے سفر پر جانے والا ہندوستانی جو کسی وجہ سے میقات سے بلا احرام گزر گیا اس پر لازم وضروری ہوگا کہ جس میقات پر بھی با آسانی لوٹ سکتا ہو واپس آکر احرام باندھے پھر میقات میں داخل ہو، ایسی صورت میں اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ میقات پر واپس نہیں آیا اور میقات کے آگے کسی جگہ سے احرام باندھ کر عمرہ یا حج کر لیا تو اس پر دم واجب ہوگا، مسجد عائشہ میقات نہیں، بلکہ حل ہے، اس لئے آفاقی کے لئے یہاں سے احرام باندھنا درست نہیں ہوگا اور اس سے دم ساقط نہیں ہوگا: ’’اذا دخل الأفاقي مكة بغير احرام وهو لايريد الحج والعمرة فعليه لدخول مكة اما حجة أو عمرة، فان احرم بالحج أو العمرة من غير ان يرجع الى الميقات فعليه دم لترك حق الميقات وان عاد الىٰ الميقات واحرم فهذا على وجهين فان احرم بحجة أو عمرة عما لزمه خرج من العهدة‘‘ (الفتاوى الهندية: ۱/۲۵۳)

کسی کام سے جدہ جانے والے پر کیا احرام ضروری ہے

س: اگر کوئی ہندوستانی جدہ کسی کام سے جائے تو کیا اس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے احرام باندھنا ضروری ہے، اگر وہ وہاں کچھ دن رہ کر عمرہ کرنے جائے تو احرام کہاں سے باندھے گا؟

ج: ’’جدہ‘‘ حدود حرم سے باہر اور حدود میقات کے اندر کا درمیانی علاقہ ہے، جسے حل کہتے ہیں اور حل میں جانے والے پر میقات سے بحالت احرام گزرنا ضروری نہیں ہے، نیز اہل حل کا حکم یہ ہے کہ وہ عمرہ کا احرام اپنے گھر سے باندھ کر حرم میں داخل ہو، لہذا صورت مسئولہ میں کسی کام سے جدہ جانے والے ہندوستانی شخص پر میقات سے گزرتے ہوئے احرام میں ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ جب وہ جدہ سے عمرہ کا ارادہ کرے تو جہاں وہ مقیم ہو وہیں سے احرام باندھ کر حرم میں داخل ہوگا: ’’(وحرم تاخير الاحرام عنها) كلها (لمن) اى لأفاقي (قصد دخول مكة) يعني الحرم (ولو لحاجة) غير الحج، اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلااحرام، فاذا حل به التحق بأهله، فله دخول مكة بلااحرام...... (وحل لاهل داخلها) يعني لكل من وجد في داخل المواقيت (دخول مكة غير محرم) مالم يرد نسكا للحرج كما لوجاوزها حطابو مكة (فهذا ميقاته الحل) الذى بين المواقيت والحرم‘‘ (الدر المختار على صدر رد المحتار: ۳/۴۸۳)

کیا مکہ سے طائف جانے پر واپسی میں احرام ضروری ہے

س: حج سے فراغت کے بعد بہت سے حاجی طائف جاتے ہیں اور واپسی پر احرام وعمرہ کے سلسلہ میں تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں، بہت سے لوگ ناواقفیت کی بنا پر بلا احرام مکہ آجاتے ہیں، پھر جب غلطی کا علم ہوتا ہے تو مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کر لیتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: جو لوگ مکہ میں مقیم ہیں، خواہ وہ آفاقی ہوں یا غیر آفاقی، وہ مکی کے حکم میں ہوتے ہیں اور مکہ میں مقیم افراد اگر میقات سے تجاوز کر جائیں تو واپسی پر کسی میقات سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہوتا ہے اور طائف میقات سے باہر کا علاقہ ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جو حاجی طائف جاتے ہیں، انہیں واپسی پر کسی میقات سے احرام باندھ کر آنا اور عمرہ کرنا لازم وضروری ہوگا، ورنہ دم (بکرا یا دنبہ وغیرہ) ادا کرنا حرم میں ضروری ہوگا، طائف سے آنے والوں کی میقات قرن المنازل ہے، آج کل طائف سے مکہ مکرمہ آنے کے دو راستے ہیں، ایک راستہ میں ’’السیل الکبیر‘‘ یا ’’السبیل الصغیر‘‘ اور دوسرے راستہ میں ’’ہدا‘‘ نامی علاقہ میقات کہلاتا ہے: ’’المكي اذا خرج منها وجاوز المواقيت لايحل له العود بلا احرام لكن احرامه من الميقات‘‘ (رد المحتار: ۳/۴۸۴)

واضح رہے کہ مسجد عائشہ میقات نہیں، بلکہ حل ہے، جہاں سے حدود حرم میں رہنے والے افراد عمرہ کا احرام باندھتے ہیں اور جو لوگ میقات سے تجاوز کر جائیں ان کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے، مسجد عائشہ سے احرام باندھنا درست نہیں ہے اور اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔

واجب الطواف مکروہ اوقات میں پڑھنا

س: نماز فجر اور نماز عصر کے بعد اگر طواف کیا جائے تو واجب الطواف نماز اس کے بعد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک ممنوع اوقات یعنی عصر کے بعد سے مغرب تک، فجر کے بعد سے اشراق تک اور زوال کے وقت واجب الطواف کی دو رکعت نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس درمیان جتنے طواف کئے ہوں مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد ہر طواف کے لئے الگ الگ دو رکعت پڑھے، اگر کسی نے واجب الطواف کی دو رکعت نماز مکروہ وقت میں ادا کی تو یہ ادا نہیں ہوئی، اگر نماز کے دوران مکروہ وقت کا خیال آجائے تو نماز اسی وقت توڑ دے اور اگر نماز پوری پڑھ لی ہے تو مکروہ وقت گزرنے کے بعد دوبارہ پڑھے: ’’ولاتصلي... الا في وقت مباح اى لسعة زمانه، فان صلاها في وقت مكروه... قيل صحت مع الكراهة اى ان اداها ويجب عليها قطعها اى في أثنائها فان مضى فيها اى بان كملها فالاحب ان يعيدها‘‘ (ارشاد الساری، ص: ۲۲۳، حج کے مسائل کا انسائکلو پیڈیا: ۳/۱۲۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 17 مورخہ ۲۶/شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۶/مئی ۲۰۲۴ء روز سوموار

جھوٹ کی منڈی

دنیا میں مختلف قسم کے بازار ہوتے ہیں، الگ الگ چیزوں کی الگ الگ منڈیاں ہوتی ہیں، جھوٹ کی بھی ایک منڈی ہے اور یہ منڈی زیادہ تر سیاسی پارٹیوں کے یہاں لگتی ہے اور زبان سے اس کی سوداگری کی جاتی ہے، جو جتنا بڑا لیڈر ہے وہ اتنا ہی بڑا جملہ باز اور جھوٹا ہوا کرتا ہے، پھر یہ جھوٹ اس قدر کثرت سے بولا جاتا ہے کہ سامنے والا اسے سچ سمجھنے لگتا ہے، اور عوام اس جھوٹ کا شکار ہوجاتی ہے، اس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، تاریخیں مسخ ہوتی ہیں اور لوگوں کی توجہ اہم معاملات ومسائل سے ہٹ کر اس فرضی اور جھوٹے معاملات ومسائل پر مرکوز ہوجاتی ہے اور سیاسی بازی گر اپنا اُلو سیدھا کر لیتے ہیں، عوام کو بے وقوف بنا کر جھوٹ کی اس منڈی کا اصل ہدف رائے دہندگان کو اپنی طرف کرنا ہوتا ہے، تاکہ ووٹ زیادہ ملیں اور کامیابی یقینی ہوجائے۔

ہمارے یہاں کم وبیش ہر پارٹی کے قائدین جھوٹ کی اس منڈی کا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، لیکن بھاجپا کے قائدین نریندر مودی اور امیت شاہ اس میدان میں بہت آگے ہیں اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا، جب بڑے صاحب اس میں ممتاز ہیں تو چھوٹے نیتا بھی اس کام اور کاز میں ان کے ساتھ ان کے ہم نوا ہو جاتے ہیں، اس طرح جھوٹ پھیلانے میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔

ابھی حال ہی میں راجستھان کے بانسواڑہ میں نریندر مودی نے کانگریس کے خلاف بولتے ہوئے مسلمانوں کو ''گھس پیٹھیا'' کہہ ڈالا، اور کانگریس کے نظریات کے بارے میں سابق وزیر اعظم من موہن سنگھ کے حوالے سے کہا کہ ان کے سابقہ بیان سے لگتا ہے کہ کانگریس پارٹی چاہتی ہے کہ ہندوستان کے سرمایہ پر پہلا حق مسلمانوں کا ہو، من موہن سنگھ نے جو بات کبھی کہی تھی وہ صرف اس قدر تھی کہ ''ملک کے اثاثوں اور وسائل پر سماج کے کمزور طبقات یعنی درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل اور اقلیتوں کا پہلا حق ہے''، نریندر مودی یہیں پر نہیں رُکے انہوں نے کہا کہ کانگریس ہندو خواتین کے گلے سے منگل سوتر (شادی کی مقدس نشانی) چھین کر مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے، ظاہر ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کانگریس کے منشور میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی ہے، لیکن مودی جی کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے وہ تو کانگریس کے منشور کو مسلم لیگ کے نظریات بتاتے ہیں اور اسی کی وجہ سے امیت شاہ یہ کہتے رہے ہیں کہ یہ منشور مسلم پرسنل لا کے مطابق ہے، یہ ملک دستور سے چلے گا، شریعت سے نہیں، اب ان سے کون پوچھے کہ بابری مسجد کا توڑنا کس دستور کی روشنی میں ہوا، بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر تعمیر کرنے کا ذکر کس دستور میں ہے، بغیر عدالت کے فیصلے کے گھروں پر بلڈوزر چلوانے کی اجازت کس دستور نے دی ہے، قیدیوں کو قاتلوں کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتارنا دستور کی کس دفعہ میں ہے، جیل میں زہر دے کر موت کی نیند سلا دینے کا جواز کس دستور سے اخذ کیا گیا ہے، ماب لنچنگ کے ذریعہ بے گناہ عوام، علماء اور ائمہ کا خون کس دستور کی رو سے کیا جا رہا ہے، ان دنوں جو کچھ بھاجپا کر رہی ہے وہ سب ہندتوا کے فروغ کے لیے ہے، جمہوریت کا گلا گھونٹنا، آمریت، من مانی، معاملات ومسائل کو اپنی مرضی کے مطابق حل کرنے کی اجازت تو بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کا بنایا ہوا قانون نہیں دیتا تو کیا یہ سب آر ایس ایس کے دستور اور ناگپور کے اشارے پر کیا جا رہا ہے، لگتا تو کچھ ایسا ہی ہے، ایک کانگریسی لیڈر نے نریندر مودی جی سے بجا طور پر یہ سوال کیا کہ پلوامہ میں چالیس خواتین کا جو منگل سوتر چھن گیا، وہ کس نے چھینا، اس وقت تو کانگریس نہیں تھی، پرینکا گاندھی نے بھی مودی جی سے کہا کہ ہماری ماں کا منگل سوتر اس ملک پر قربان ہوگیا۔

بھاجپا کے لیڈران مودی اور امیت شاہ اس انتخاب میں مذہب کے نام پر ووٹ مانگ رہے ہیں، لطیفہ یہ ہے کہ حزب مخالف کے کسی کی زبان پھسلی تو الیکشن کمیشن فوراً اس کا نوٹس لیتا ہے اور داروگیر شروع کر دیتا ہے، لیکن حکمراں جماعت کے اشتعال انگیز تقریر پر اس کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے، یہ کیسا رویہ ہے اس رویہ کے پیچھے دباؤ اور جبر کی جو کہانی ہے وہ اب چھپی ہوئی نہیں چھپی ہوئی ہے، دو دور کے انتخاب میں عوام میں اس قسم کے بیانات کا نوٹس نہیں لیا، اس لیے بقیہ مراحل میں بھی بھاجپا ایسے ہی جھوٹے بیان دے دے کر اکثریتی طبقہ کو یک جٹ کرنے کی خطرناک مہم چلائے گی، عوام کو اس قسم کے شر انگیز اور نفرت آمیز بیان کو دل ودماغ میں جگہ دینے کے بجائے ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہیے، ورنہ اس کا خمیازہ اس ملک کو برسوں بھگتنا پڑے گا اور پوری صدی گذر جائے اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مودی جی کی اس تقریر پر عالمی اخبارات ورسائل بھی تھو تھو کر رہے ہیں، امریکہ کے نیو یارک ٹائمز، دی گارجین، سی این این، واشنگٹن پوسٹ، اسٹیٹ جرنل، دی ٹائمز، الجزیرہ وغیرہ نے الگ الگ عنوان لگا کر اس بیان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے، نیو یارک ٹائمز نے بجا لکھا ہے کہ ''جب مودی اپنی تیسری مدت کے لیے انتخابی مہم چلا رہے ہیں تو انہوں نے خود ایسی زبان استعمال کی، جس سے یہ خدشات پیدا ہوگئے ہیں اس سے مسلمانوں کو نشانہ بنانے والے دائیں بازو کی چوکس جماعتوں کو بھڑکایا جا سکتا ہے''۔ میں نے خود بھی اس اداریہ میں مودی جی کے نام کے ساتھ کہیں وزیر اعظم نہیں لکھا ہے، کیوں کہ میرا ماننا ہے کہ ملک کے اس باوقار عہدے پر رہنے والا کوئی بھی شخص بقید ہوش وحواس ایسے گھٹیا بیانات نہیں دے سکتا، ہاں پارٹی کے ایک لیڈر کی حیثیت سے جملہ بازی اور جھوٹی گفتگو دوسرے لوگ بھی کر رہے ہیں، انہوں نے بھی کی ہے، یا پھر وہ کانگریس کے منشور کو سمجھنے سے قاصر رہے ہے، کانگریس کے صدر ملکا ارجن کھڑگے نے منشور اور مینی فیسٹو کو سمجھانے کے لیے کئی بار مودی جی سے وقت مانگا، لیکن وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے، مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، مگر اس کی پرواز تیز ہوتی ہے، مودی جی ایک جھوٹ کو ان دنوں پرواز دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ فریب کاری

اطلاع، خبر رسانی، تفریح، مارکیٹنگ اور دیگر کاموں کے لیے استعمال سوشل میڈیا فریب دہی کا ان دنوں ذریعہ بن گیا ہے، بہت سارے لوگ وقت گذاری اور تفریح کے لیے دھوکہ دیتے ہیں، جھوٹ لکھتے ہیں، تصویریں پروفائل میں دوسروں کی لگا لیتے ہیں تاکہ گفتگو اور چیٹنگ میں بھی دھوکہ کھا جائیں حالانکہ ایسا جھوٹ اور فریب بھی گناہ کا کام ہے، اس میں وقت کا ضیاع بھی ہوتا اور سامنے والا فریب کھا کر دوسروں کی نظر میں تماشہ بن جاتا ہے، ایسے فریب کا نقصان جسمانی اور دماغی طور فریب خوردہ لوگوں کو اٹھانا پڑتا ہے یہ بھی قانون کی نظر میں دھوکہ دینے کے ذیل میں آتا ہے۔

اس سے اوپر فریب دہی کی ایک شکل وہ ہے جس میں مالیاتی ٹھگی کی جاتی ہے، انعامات کی لالچ دی جاتی ہے، مختلف اسکیموں کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ سے بینک ڈیٹیل مانگا جاتا ہے اور جہاں آپ نے یہ غلطی کی آپ کا اکاؤنٹ خالی ہوجاتا ہے، ایک سروے کے مطابق کریڈٹ کارڈ سے ساٹھ (60) گنا اور گھر بیٹھے جاب کے نام پر گذشتہ برسوں میں پینتالیس (45) گنا سائبر فریب دہی کے معاملات میں اضافہ ہوا ہے، فریب دینے والا سوشل میڈیا پروفائل کھنگال کر آپ اور آپ کے دوستوں کے آئی ڈی تک جا پہونچتا ہے، پھر وہ آپ کو فون کرتا ہے، وہاٹس ایپ سے پیغام بھیجتا ہے ایکس، انسٹاگرام وغیرہ کا استعمال کرکے آپ کے دل ودماغ پر لالچ کی مضبوط چادر چڑھا دیتا ہے، اور اس لالچ کے پھندے میں پھنس کر لوگ اپنا سارا سرمایہ کھو دیتے ہیں۔

اس طریقۂ کار کو ایک مثال سے سمجھئے، ابھی حال ہی میں میرے بڑے لڑکا محمد نظر الہدیٰ قاسمی کے نام ایک شخص کا فون آیا، جس نے اسے دس بہشتی زیور بھیجنے کو کہا، بتایا کہ اسے کسی مقابلہ جاتی امتحان میں انعام کے طور پر دینا ہے، اپنے کو ایک تھانہ کا انسپکٹر بتایا، میرے لڑکا نے کہا کہ میں منگوا کر آپ کو پہونچا دوں گا، اس نے کہا کہ میں خود آپ کے یہاں سے لے لوں گا، میں نے پیشگی قیمت گیارہ ہزار آپ کے اکاؤنٹ پر بھیج دیا ہے، یہ آپ کی بتائی ہوئی قیمت سے زیادہ ہے، زائد رقم مجھے واپس کر دیجئے اس نے اکاؤنٹ چیک کیا تو رقم آئی نہیں تھی، زائد رقم کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا، اس نے فون کرکے صورت حال سے اسے آگاہ کیا تو وہ ہنسنے لگا اور بیچ ہی کہہ کر لائن کاٹ دی، تب سمجھ میں آیا کہ یہ ٹھگی کی ایک کوشش تھی۔

جانچ ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق 2019ء سے 2023ء تک وہاٹس ایپ کے ذریعہ پانچ ہزار ایک سو پینتالیس (5145) لوگ ٹھگی کے شکار ہوئے، ٹیلی گرام کے ذریعہ دو ہزار پانچ سو پچہتر (2575) انسٹاگرام پروفائل کے ذریعہ دس سو چودہ (1014) یوٹیوب کے ذریعہ سات سو چونتیس (734) لوگوں پر یہ نسخہ کارگر ہوا اور وہ فریب کھا گیے، رپورٹ کے مطابق، پانچ سالوں میں دس ہزار نو سو اکاون (10951) لوگ ان فریب کاروں کے ہتھے چڑھ کر فریب خوردہ بنے اور ٹھگی میں بڑا سرمایہ گنوا دیا، پٹنہ میں سال 2023 میں تین ہزار چھیاسٹھ (3066) لوگ یو پی آئی کے ذریعہ ٹھگے گیے، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ بھی ٹھگی میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، دینک بھاسکر کے ذریعہ کیے گیے ایک سروے میں بتایا گیا ہے کہ 2019 میں صرف ایک سو لوگ کارڈ کے ذریعہ ٹھگے گیے تھے، 2023 میں ساٹھ گنا اضافہ کے ساتھ یہ تعداد پانچ ہزار نو سو تہتر (5973) تک پہونچ گئی ہے، یہی حال آن لائن جاب کا ہے، 2019 میں صرف دس (10) لوگ اس کے شکار ہوئے تھے، 2023 میں اس میں پینتالیس (45) فی صد کا اضافہ درج کیا گیا اور اس کی تعداد بڑھ کر چار سو ترپن (453) ہوگئی۔

آن لائن مالیاتی ٹھگی بھی ان دنوں شباب پر ہے، 2019 میں صرف سات سو چھپن (756) لوگ اس کے شکار ہوئے تھے، 2023 تک اس میں ترپن (53) فی صد اضافہ ہوا، اور چالیس ہزار سے زائد لوگوں کو مالیاتی ٹھگی کا سامنا کرنا پڑا، یو پی آئی کے ذریعہ ٹھگی کے واقعات 2019 تک صفر تھے، لیکن 2023 گذرنے تک یہ تعداد تیئس ہزار سات سو سترہ (23717) ہو چکی تھی، مالیاتی فریب خوردگی کے سب سے زیادہ شکار پٹنہ کے لوگ ہوئے، اس کے بعد علی الترتیب مظفر پور، گیا، موتی ہاری، سارن کے لوگ اس کی زد میں آئے۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ بلیک میلنگ کے واقعات بھی کثرت سے ہو رہے ہیں، مختلف قسم کے لوگ آپ سے مختلف انداز کی باتیں کرتے ہیں، آپ نے مذاق مذاق میں کوئی بات کہہ دی، وہ سامنے والے نے ٹیپ کر لیا، آپ نے کسی بات پر اپنی رائے کھل کر دیدی، وہ اس نے محفوظ کر لیا، بعد میں آپ سے رقم کا مطالبہ شروع ہوا اور دھمکی دی جانے لگی کہ اگر اتنی رقم نہیں دیا تو یہ ویڈیو یا آڈیو وائرل کر دیا جائے گا، جس سے آپ کی بدنامی ہوگی اور آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے اب آپ کے لیے دو ہی راستہ ہے یا تو اس کا مطالبہ پورا کریں اور رقم دیدیں، جیسے ہی یہ رقم پہونچے گی، وہ اس کو ڈیلیٹ نہیں کرے گا، اور ہر ماہ دو ماہ پر مطالبہ کرے گا اور رقم اینٹھتا رہے گا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ آپ پولیس کا سہارا لیں، وہاں بھی آپ کو اچھی خاصی رقم فراہم کرنی پڑتی ہے، کبھی کبھی اس کے بعد بھی گلو خلاصی نہیں ہوتی، بدنامی کے ساتھ ترقی رک جاتی ہے اور اگر وقتی طور پر مصالحت اور سمجھوتہ کرکے معاملات دبا دیے گیے تب بھی ہر آن یہ خطرہ بنا رہتا ہے کہ کب بلی تھیلے سے باہر آکر نقصان پہونچا دے، عدالتیں بھی اس قسم کے معاملات کو سرد بستے میں ڈال دیتی ہیں، لیکن حکومت کا ہلکا سا دباؤ پڑا اور مقدمہ سماعت کے لیے برسوں بعد کھل جاتا ہے اور پھر ذہنی اذیت نفسیاتی پریشانی کا ایک نیا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ان حالات میں ضرورت غیر معمولی احتیاط کی ہے، تاکہ ان ٹھگوں کے شکار ہونے سے بچا جا سکے، خوب یاد رکھیے، سوشل میڈیا نے اطلاعات اور خبروں کی ترسیل میں انقلاب ضرور لایا ہے، لیکن اس کے بے جا استعمال کی وجہ سے سماج کو مشکلات کا سامنا ہے، ان مشکلات سے نپٹنے کا حل صرف اور صرف احتیاط ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا عبدالعلیم فاروقیؒ

صاحب طرز خطیب، بالغ نظر عالم دین، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی کی فکری وراثت کے امین، بہترین مفسر، شارح حدیث، دار المبلغین لکھنؤ کے روح رواں، جمعیت علماء ہند کے سابق ناظم عمومی، موجودہ نائب صدر، دارالعلوم دیوبند وندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے رکن، صدر مجلس تحفظ ناموس صحابہ، دینی تعلیمی ٹرسٹ لکھنؤ کے چیرمین، امیر شریعت اتر پردیش مولانا عبدالعلیم فاروقی نے ۲۴/اپریل ۲۰۲۴ء مطابق ۱۴/شوال ۱۴۴۵ھ بروز بدھ بعد نماز فجر بوقت چھ بجے لکھنؤ میں اپنی رہائش گاہ پر آخری سانس لی، کئی ماہ قبل ان کے پتہ کا آپریشن ہوا تھا، اس کے بعد ان کی صحت سنبھل نہیں سکی اور وہ مستقل طور پر صاحب فراش ہو گیے، بعد میں معلوم ہوا کہ کینسر ہے، علاج ومعالجہ میں کمی نہیں کی گئی، لیکن وقت موعود علاج ومعالجہ سے ٹلتا نہیں ہے سو وہ ٹل نہ سکا، جنازہ کی نماز ندوۃ العلماء میں ان کے صاحب زادہ مولانا عبدالباری فاروقی نے اسی دن بعد نماز عصر پڑھائی اور عیش باغ قبرستان لکھنؤ میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ تین بیٹے اور ایک بیٹی کو چھوڑا۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی بن مولانا عبدالسلام فاروقی (م ۱۹۷۳) بن امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی کی ولادت ۱۹۴۸ء میں لکھنؤ ہی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دادا جان کی زیر نگرانی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں پائی، ایک نابینا استاذ کی نگرانی میں حفظ قرآن مکمل کیا، عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد اور دادا سے پڑھیں، چودہ سال کی عمر میں پہلی بار تراویح میں قرآن سنایا، عربی تعلیم کے لیے جامعہ حسینیہ محمدی لکھیم پور میں داخل ہوئے اور عربی سوم تک یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گیے اور وہاں اس زمانہ کی نابغۂ روزگار شخصیات سے کسب فیض کیا، ۱۹۶۸ء تک یہیں قیام رہا اور شرح جامی سے مشکوٰۃ تک کی تعلیم یہاں پائی، اس کے بعد از ہر ہند دارالعلوم دیوبند چلے آئے ۱۹۶۹ء میں یہیں سے حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھ کر سند فراغ پائی، ۱۹۷۰ء میں دار المبلغین لکھنؤ میں تدریس کا آغاز ۱۹۷۳ء میں والد کے انتقال کے بعد دار المبلغین کے ذمہ دار کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا، تزکیہ نفس کے لیے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، صاحب زادہ وجانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی طرف رجوع کیا اور سلسلۂ چشتیہ میں بیعت سے سرفراز ہوئے اور خلافت پائی۔

عملی زندگی کا آغاز دفاع صحابہ اور حقانیت اسلام کی ترویج واشاعت سے کیا اور دار المبلغین لکھنؤ کو اس کام کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا ۱۹۹۸ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن بنائے گیے اور تا حیات اس سے جڑے رہے، ۲۰۱۸ء میں آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بھی رکن شوریٰ منتخب ہوئے، جمعیت علماء ہند جب تقسیم نہیں ہوئی تھی ۱۹۹۵ء اس وقت اس کے ناظم عمومی منتخب ہوئے اور سات سال تک اس عہدہ کو وقار بخشا، تقسیم کے بعد ان کا تعلق جمعیت علماء ہند کے مولانا ارشد مدنی گروپ سے رہا اور تیرہ سال تک اسی منصب پر وہاں بھی فائز رہے، بعد میں وہ جمعیت علماء کے اس گروپ کے نائب صدر منتخب ہوئے اور تا حیات اس عہدہ پر رہ کر اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہے، مولانا انتہائی متواضع، منکسر المزاج اور انسانی قدروں کے بڑے پاسباں تھے، اللہ رب العزت نے اکابر کی محبوبیت اور عوام الناس کی مقبولیت انہیں عطا کی تھی، احقاق حق اور ابطال باطل ان کی زندگی کا نصب العین تھا، انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموس کی حفاظت کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا، پچاس سال سے زائد تک وہ فرقۂ باطلہ کے لیے شمشیر برہنہ بنے رہے، لکھنؤ کے اہل سنت والجماعت (مقابل اہل تشیع) ان مسائل میں خصوصیت سے ان کو اپنا مقتدیٰ اور پیشوا سمجھتے تھے۔

مولانا بہترین مقرر، مناظر، حاضر جواب اور بہترین نثر نگار تھے، اللہ رب العزت نے تصنیف وتالیف کا صاف، ستھرا اور محققانہ ذوق عطا فرمایا تھا، ان کی تصنیفات میں امیر معاویہ اور معاندین کے اعتراضات آئینۂ مرزا، مذہب شیعہ کا علمی محاسبہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا کا حلیہ اور وضع قطع بھی انتہائی پر کشش تھا، چوڑی پیشانی، پر نور بڑی بڑی آنکھیں، خوبصورت نورانی چہرہ، لکھنوی تعلیقی انداز، خوبصورت دیدہ زیب سفید کپڑے اور شیروانی میں ملبوس مولانا کی شخصیت کو اس قدر جاذب نظر بنائی تھی کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا۔

مولانا نے اپنی پوری زندگی جرأت اظہار اور داعیانہ کردار کے ساتھ گذاری، وہ اپنے حلقہ کے علماء میں غیر متنازع شخصیت کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے، میری ملاقات مولانا سے بہت زیادہ نہیں تھی، جمعیت علماء کے بعض پروگرام، سمینار وغیرہ میں ملاقات ہو جاتی تھی، اور کہنا چاہیے کہ معاملہ دید وشنید سے آگے نہیں بڑھا، دید ان کے حصے میں آتی تھی اور شنید میرے حصہ میں، کبھی مصافحہ اور معانقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی، میں ان کی متنوع خدمات کی وجہ سے ان کا قدرداں رہا، وہ امارت شرعیہ کے اکابرین خصوصا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے بڑے قدرداں تھے اور ملت کے اتحاد کے لیے ان کی کوشش کو بنظر استحسان دیکھتے تھے، مولانا کے دنیا سے چلے جانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی بھرپائی مستقبل قریب میں تو نظر نہیں آتی، البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں اللہ رب العزت کسی کو ان کاموں پر ضرور مامور کرے گا، جسے مولانا نے اپنی زندگی کا نصب العین اور شیوہ بنا رکھا، ”مردے از غیب بروں آمد کارے کند“

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے سیات سے درگذر فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

فلاح دارین - حصہ ۲

ڈاکٹر محمد مظہر حسین مطالعہ کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں، صارفیت کے اس دور میں جب ہر آدمی مشغول رہتا ہے اور اسے کتابوں کو چھونے کی فرصت نہیں ملتی، ہلکے پھلکے مضامین پڑھتا بھی ہے تو موبائل سے کام چلا لیتا ہے، اس لیے کتابوں خصوصا اردو کتابوں کی مارکیٹنگ پر بُرا اثر پڑا ہے، پھر بھی لکھنے والے لکھ رہے ہیں، کتابیں چھپ بھی رہی ہیں، لیکن مصنفین، مؤلفین اور مکتبہ والوں کو قارئین کی کمی کا شکوہ ہے، بلکہ اب تو مفت میں بھی اہل علم تک اپنی کتابوں کا پہونچانا ایک کام ہو گیا ہے، پھر جس کو ہدیہ بھیجیے وہ ردی والوں کے پاس کوڑی کے مول بیچ آتا ہے، کیوں کہ گھروں میں صوفہ، فرج، واشنگ مشین، ڈائننگ ٹیبل، دیوان مسہری، ٹیبل کرسی کے رکھنے کی جگہ ہے، لیکن کتابوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، جب کتابیں گھروں میں ہیں ہی نہیں تو مطالعہ کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

لیکن اس گئے گذرے دور میں بھی اردو کے مصنفین، مؤلفین، مطالعہ اور کتابوں کے لکھنے، چھپوانے اور اسے تقسیم کرنے کی پرانی روش سے ہٹے نہیں ہیں، ان کی قوت ارادی مضبوط ہے اور وہ اپنی پوری توانائی صرف کر کے ان کتابوں کے حوالہ سے اردو زبان وادب کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، ڈاکٹر محمد مظہر حسین صاحب ساکن فرینڈس کالونی، پٹھان ٹولی عالم گنج، پٹنہ-۷ بھی مضبوط دل گردے کے آدمی ہیں، ان کے تصنیفی ذوق پر کساد بازاری کا اثر نہیں ہے، ان کا مطالعہ وسیع ہے اور موضوعات میں خاصہ تنوع ہے، ان کی نظر اسلامی تاریخ وتعلیمات، ملکوں کے تاریخی وجغرافیائی احوال وآثار، شخصیات، سیاسیات اور ملکوں کے آپسی خارجی تعلقات پر رہتی ہے اور اس حوالہ سے وہ مضامین ومقالات لکھتے رہتے ہیں اور جب بہت سارے مضامین چھپ جاتے ہیں تو ان کی درجہ بندی موضوعات کے اعتبار سے کر کے کتاب منظر عام پر لے آتے ہیں۔

فلاح دارین حصہ دوم بھی ان کی ادبی، اخلاقی، تہذیبی، تاریخی، سماجی اور لسانی مضامین ومقالات کا مجموعہ اور ان کے وسیع مطالعہ کی سند ہے، اس کا پہلا حصہ ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا تھا، جس میں پچاس مضامین ومقالات تھے، چھ سال کے وقفہ کے بعد اسی کتاب کا دوسرا حصہ شائع ہو رہا ہے، اس میں کل چوالیس مضامین ہیں، جن کی درجہ بندی پانچ ابواب کے ذیل میں کی گئی ہے، پہلا باب ان مضامین ومقالات پر مشتمل ہے، جن میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے، یہ اس کتاب کا سب سے بڑا باب ہے، جس میں اٹھائیس مضامین شامل کیے گیے ہیں۔ اس باب میں ہندوستان میں اسلام کی اشاعت بیعت عقبیٰ، جنگ بعاث، اصحاب الاعراف، اذان، حجاب کی لازمیت، دہشت گردی، ضرورت وحاجت، مذہبی تفریق، مسلم غیر مسلم تعلقات، ہم جنس کی شادی، مسئلہ فلسطین وغیرہ جیسے اہم مباحث زیر بحث آئے ہیں۔

دوسرا باب اردو زبان اور دین اسلام کے عنوان سے ہے، اس میں چار مضامین دین کی اشاعت وتبلیغ میں اردو کا کردار، ہمارا آئین اور اردو صحافت، اردو زبان کی خوبیاں اور اس کی عالمگیریت، کیا اردو پاکستان سے آئی ہے، کو جگہ دی گئی ہے۔ تیسرا باب احوال مدن یعنی شہریات کے عنوان سے ہے، اس میں افغانستان، سمرقند، تاشقند، بخارا، قسطنطنیہ، شام اور یوکرین کے تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی احوال کا بیان ہے۔ چوتھے باب میں صرف دو شخصیت حضرت عبداللہ بن زبیر اور امیر تیمور کا ذکر ہے، متفرقات میں بھارت انڈیا تنازعہ، کینیڈا اور ہندوستان کے تعلقات، برکس کا تجزیاتی مطالعہ اور اغراض ومقاصد زیر بحث آئے ہیں۔

کتاب کا انتساب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف کیا گیا ہے، یہ ڈاکٹر مظہر حسین صاحب کے قلب میں اس عقیدت ومحبت کا مظہر ہے جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے دل میں ہے، کمپوزنگ شمیم ربانی کی ہے، عمدہ ہے، سیٹنگ اچھی ہے، دو سو تیرہ صفحات کی قیمت دو سو پچاس روپے زائد ہے، گو مضامین کے اعتبار سے معاملہ ”نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز“ کا ہے لیکن اردو کے قارئین کی قوت خرید ذرا کمزور ہے، اس کی بھی رعایت کی جانی چاہیے تھی، جو نہیں کی جا سکی ہے، ملنے کے پتے چار درج ہیں، آپ کو آسانی پرویز بک ہاؤس سبزی باغ پٹنہ-۴، سے لینے میں، اگر آپ شمالی بہار میں دریا پار رہتے ہوں تو نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی، بکساما، ویشالی 844122 سے بھی حاصل کر سکتے ہیں، ارادہ مفت میں حاصل کرنے کا ہو تو مصنف کے موبائل نمبر 9708380290 پر رابطہ کر لینا بھی بُرا نہیں ہے۔

ڈاکٹر مظہر حسین صاحب کا اسلوب سادہ، سلیس اور شگفتہ ہے، عنوان چاہے جس قدر بھی خشک ہو، ڈاکٹر صاحب کے مطالعہ کی پیش کش کا انداز خشک نہیں ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کی چھٹی کتاب ہے، اس کے قبل مختلف موضوعات پر ان کی پانچ کتابیں، حج تمتع، اسلامی معلومات، فلاح دارین، دین اسلام اور اس کے پیغامات، اردو اور فتن شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں، ان کی کتاب دین اسلام اور اس کے پیغامات کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، جس میں دوسرے مذاہب والوں کے ذریعہ اسلام پر کیے جانے والے اعتراض کا مدلل اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، علمی دنیا میں کسی کتاب کا ترجمہ مستقل تصنیف کے درجہ میں نہیں آتا، اس لیے شمار میں چھ ہی آئے گا، اگر اسے مصنف کے بقول الگ تصنیف مان لی جائے تو فلاح دارین حصہ دوم کو آپ ان کی ساتویں کتاب کہہ سکتے ہیں۔

ہر کتاب لکھنے والے کا اپنا مطالعہ ہوتا ہے، وہ جن ماخذ تک پہونچ سکا، اسی کی روشنی میں کلام کیا کرتا ہے، کسی دوسرے کا مطالعہ اس کے ذہن میں گھسایا نہیں جا سکتا، ایسے میں بعض جگہوں پر ممکن ہے آپ کو مندرجات سے اختلاف ہو، اس کو اسی پر محمول کرنا چاہیے، آپ کو جن بنیادوں پر مندرجات سے اختلاف ہو رہا ہے، اس کا بھی جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہمارا مطالعہ ہی تو مطالعہ کے رطب ویابس سے متاثر نہیں ہو گیا ہے، یہی بات مصنف ومؤلف کی تحریر کے بارے میں کہی جا سکتی ہے، لیکن ہمیں ہر حال میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

میں اس کتاب کی تصنیف پر ڈاکٹر مظہر حسین صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں، کتاب کے لیے مقبولیت اور مصنف کے لیے صحت وسلامتی کے ساتھ درازیٔ عمر کی دعا پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، آمین یا رب العالمین

حکایات اہل دل

کالم: مولانا رضوان احمد ندوی

ایک ایسا بادشاہ اور ایک ایسا چیف جسٹس! مغلیہ دور حکومت ہے، اس دور کی انصاف پروری اور رعایا کے ساتھ ہمدردی ضرب المثل رہی ہے، جبکہ اس وقت اکھنڈ بھارت تھا جس میں بنگلہ دیش، پاکستان اور افغانستان کا بعض حصہ شامل تھا، اتنے وسیع وعریض بھارت کے ایک حکمراں اور ایک قاضی القضاۃ کے کردار کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، بھارت پر ایک پاک طینت بادشاہ کی حکمرانی ہے شکار کیلئے جنگل کی خاک آرائی کر رہا ہے اس کا نشانہ خطا کرتا ہے، ترکش سے نکلا تیر ایک معصوم بچہ کی انگلی کو پار کر جاتا ہے سوئے اتفاق اس معصوم بچہ کی روح پرواز کر جاتی ہے، اس کی ماں ایک غریب خاندان کی فرد ہے، خبر ملتے ہی زار وقطار رونے لگتی ہے، گھر میں صف ماتم برپا ہے، مگر اس کا مداوی کیسے کرے جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا قاتل بادشاہ وقت ہے، مگر ہمت نہیں ہارتی بلکہ جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کی عدالت میں مقدمہ دائر کرتی ہے اور خون کے بدلے خون کا مطالبہ کر ڈالتی ہے، قاضی وقت بادشاہ سلامت کو طلب کرتا ہے، جب بادشاہ اپنے دربار سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہونے کیلئے نکلتا ہے تو اپنے غلام سے کہتا ہے کہ ایک تیز ترین خنجر لاؤ، سارے درباری انگشت بدنداں ہیں کہ آج قاضی کی خیر نہیں ہے، بادشاہ خنجر اپنے جبہ میں چھپا لیتا ہے، عدالت میں حاضر ہوتا ہے، قاضی کسی قسم کی رعایت نہیں کرتا، بلکہ ایک ادنیٰ مجرم کی کاروائی شروع ہوتی ہے، دونوں کے بیانات سماعت کرنے کے بعد فیصلہ "قصاص" کا صدور ہوتا ہے، خون کے بدلہ خون، یعنی اس معصوم بچے کے قتل کی پاداش میں بادشاہ سلامت کو قتل کیا جائے، الا یہ کہ مدعیہ دیت لینے پر راضی ہو جائے اور خون کو معاف کر دے، غور وفکر کرنے کے بعد مدعیہ دیت یعنی خون بہا لینے پر راضی ہو جاتی ہے اور بادشاہ کو معاف کر دیتی ہے، جس سے بادشاہ کی جان بچ جاتی ہے، اس کے بعد قاضی نے مدعیہ سے سوال کیا تم تو قصاص پر بضد تھی، پھر کیسے معاف کر دیا؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ وقت کو سر جھکائے ہوئے اور شرمندہ دیکھ کر میں بیحد متاثر ہوئی اور میرے دل نے کہا کہ میرا لخت جگر تو چلا گیا مگر اس جیسے انصاف پسند، پاک طینت بادشاہ کی ابھی ہمارے ملک کو ضرورت ہے، عدالتی کاروائی ختم ہونے کے بعد بادشاہ سلامت قاضی القضاۃ "چیف جسٹس" کے ساتھ بیٹھتا ہے اور جبہ میں چھپا ہوا خنجر نکال کر دکھاتا ہے، اگر آپ نے میری رعایت کی ہوتی اور اس مدعیہ کے خلاف فیصلہ صادر کیا ہوتا تو یہ خنجر ہوتا اور آپ کی گردن، قاضی القضاۃ یہ سن کر مسکراتے ہوئے اپنی گدڑی ہٹاتے ہیں اور اس میں چھپا ہوا کوڑا دکھاتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اس فیصلہ کو تسلیم نہ کرتے تو یہ کوڑا ہوتا اور آپ کا جسم! ایسے انصاف پسند، کریم النفس، پاک طینت بادشاہ کا نام: غیاث الدین بلبن ہے اور ایسے بیباک وجری اور حق گو، انصاف پرور قاضی القضاۃ کا اسم گرامی شیخ سراج الدین ہے، آج ہمارے ملک ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کو ایسے حکمرانوں اور ایسے چیف جسٹس کی ضرورت ہے، یہ واقعہ دنیا کے سبھی چیف جسٹس اور سبھی حکمرانوں کیلئے باعث عبرت ہے۔

سادگی اور مخلوق خدا کا خیال: حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اکابر دیوبند میں ہے، ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق ہیں، وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا، بوجھ زیادہ تھا اور وہ بمشکل چل رہا تھا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا، اس بوڑھے نے ان سے پوچھا! "اجی! تم کہاں رہتے ہو؟" انہوں نے کہا: "بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں"۔ اس نے کہا: "وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں" اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں، مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو پڑھ لے ہے"۔ اس نے کہا "واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟" مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں ٹھیک کہتا ہوں" وہ بوڑھا ان کے سر ہو گیا، اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا، اس نے بوڑھے سے کہا "بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہیں" اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔

ایک حدیث کیلئے سفر کیا: حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو معلوم ہوا کہ ماوراء النہر میں ایک شخص کے پاس تین حدیث ہے، امام احمدؒ وہ تینوں حدیث کی سماعت کیلئے ماوراء النہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ وہ ایک بوڑھے شخص ہیں اور ایک کتے کو کھلانے میں مصروف ہیں، آپ نے قریب جا کر ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کتے کو کھلانے میں مصروف ہو گئے، امام احمدؒ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ امام کی جانب متوجہ ہونے کے بجائے کتے کی طرف منہ کر لیا، امامؒ نے دل میں ناگواری محسوس کی، جب کتے مذکور کو کھلا کر فارغ ہو گئے تو امام کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ: آپ نے اپنے دل میں: ناگواری محسوس کی ہوگی کہ میں آپ کو چھوڑ کر کتے کی طرف کیوں متوجہ ہو گیا۔

امامؒ نے جواب دیا: جی ہاں! ہوا تو ایسا ہی ہے، ان صاحب نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ: "ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے ابوزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی امید لے کر آیا اور وہ شخص اس کی امید کو منقطع کر دے (یعنی پورا نہ کرے باوجود وقار ہونے پر) تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امید کو منقطع کر دیں گے اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد ان صاحب نے فرمایا: "ہمارے علاقے میں کتا نہیں ہوتا، یہ کتا کہیں سے میرے پاس بھوکا آ گیا، لہٰذا میں نے اس ڈر سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن مجھ کو مایوس نہ فرما دے میں نے اس کو کھانا کھلایا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "میں نے یہ سن کر کہا: کہ بس میرے لئے یہی حدیث کافی ہے (اور خود ان صاحب کا عمل کس قدر سبق آموز اور اطمینان بخش ہے) میں ماوراء النہر سے واپس آ گیا۔

عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی: ابن ابی حاتم رازی مشہور مفسر اور محدث ہیں "تفسیر ابن ابی حاتم" اور الجرح والتعدیل" کے مصنف اور شہرۂ آفاق عالم ہیں، علامہ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں علی بن احمد خوارزمی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: عبدالرحمن بن حاتم نے بتایا کہ تحصیل علم میں ہم نے چھ ماہ تک مصر میں قیام کیا، اس دوران ہم نے ایک دن بھی شوربہ نہیں کھایا، پورا دن شیوخ کی مجالس کا چکر لگاتے تھے، رات میں سنی ہوئی احادیث لکھتے تھے اور تحریر کا مقابلہ کرتے تھے، ایک دن میں اور میرے ساتھی ایک شیخ کی خدمت میں گئے تو لوگوں نے بتایا کہ شیخ بیمار ہیں، روایت نہیں کریں گے، اس دوران میں نے ایک مچھلی دیکھی جو ہم کو بہت پسند آئی، لہٰذا ہم نے اس کو خرید لیا، جب اپنی قیام گاہ پر پہونچے تو ہمارے ایک شیخ کی مجلس کا وقت ہو گیا تھا ہم دونوں مچھلی کو یونہی رکھ کے شیخ کی مجلس میں چلے گئے، تین دن تک ہم کو مصروفیت کی وجہ سے مچھلی کو پکانے کی فرصت نہیں ملی، قریب تھا کہ سڑ جائے، تو ہم نے بغیر بھونے کچی مچھلی کھالی، اپنا یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ جسم کو آرام پہونچا کر علم حاصل کرنا ممکن نہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۸۹۳/۳)

امام محدث ابن سحنون قیروانی: محدث محمد بن سحنون فقہ مالکی کے امام ہیں، ان کے علمی اشتغال اور مطالعہ میں انہماک کا یہ حال تھا کہ ام مدام نام کی ایک باندی رکھتے تھے، ایک دن وہ ان کے پاس تھی اور ابن سحنون کسی کتاب کی تالیف میں غرق تھے، یہاں تک کہ رات ہو گئی اور کھانا لایا گیا، ام مدام نے ان سے کہا کہ کھانا حاضر ہے، کھا کر لکھنے کا کام کیجئے، ابن سحنون نے کہا اس وقت مصروف ہوں، ام مدام فارغ ہونے کا انتظار کرتی رہی جب بہت دیر ہو گئی تو اس نے یہ تدبیر کی کہ ابن سحنون کو لکھتے رہنے کی حالت میں ایک ایک لقمہ کھلاتی رہیں، وہ کھاتے رہے اور لکھتے رہے یہاں تک کہ اس نے سب کھانا ختم کر دیا اور شیخ اپنے کام میں مشغول رہے، جب فارغ ہوئے تو کہا کہ تم نے آج بہت پریشان کر ڈالا، لاؤ کھانا کھالیں، ام مدام نے کہا میں نے آپ کو کھانا کھلا دیا، ابن سحنون نے کہا بخدا مجھے احساس تک نہ ہوا۔ (تدریب المدارک القاضی عیاض: ۱۱۴/۳)

امام ذہلی نیشاپوری کا شغف: امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ الذہلی رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین فی الحدیث اور امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، ترمذی، ابوداؤد وغیرہم جیسے کبار ائمہ حدیث کے استاذ ہیں، ان کے صاحبزادے ابوزکریا یحییٰ بن محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں والد محترم کی خدمت میں دوپہر کے وقت حاضر ہوا، انتہائی شدید گرمی کا زمانہ تھا اور والد صاحب یعنی امام ذہلی اپنے کتب خانہ میں تاریک کمرہ میں چراغ جلائے ہوئے تھے، میں نے کہا: ابا جان! یہ گرمی کا موسم ہے اور اس چراغ کا دھواں آپ کیلئے مضر ہے، اس کو بجھا دیجئے، انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! یہ بات تم کہہ رہے ہو جب کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ساتھ ہوں اور یہ شعر پڑھا۔ (تاریخ بغداد: ۱۱۴/۳)

یہ حال تھا محبت رسول اور حدیث سے شغف کا کہ حدیث کی کتابوں کے مطالعہ ومراجعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس خیر میں ہونے سے تعبیر کر رہے ہیں، یہی امام ذہلی ہیں جنہوں نے تحصیل علوم کیلئے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم خرچ کئے تھے۔

شیخ بقی ب مخلد اندلسی کی کہانی: یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ شیخ بقی بن مخلد اندلسی نے ایک دن اپنے طلبہ سے کہا، تم لوگ طالب عالم ہو کیا اسی طرح علم حاصل کیا جاتا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی دوسرا کام نہیں ہوتا تو کہتے ہو کہ چلو علم کی سماعت کریں، میں ایک آدمی کو جانتا ہوں وہ آدمی خود شیخ ہیں، ان کی طالب علمی کے زمانہ میں ان کے کئی کئی دن ایسے گذرتے تھے کہ ان کو کھانا نہیں نصیب ہوتا تھا وہ کرنب کے پھینکے ہوئے پتوں کو چن لیا کرتے تھے اور اسی کو کھا کر گذارہ کرتے تھے اور ایک طالب علم ایسے بھی تھے کہ انہوں نے کاغذ خریدنے کیلئے اپنا لباس فروخت کر دیا۔

امام ابوحاتم رازی کی جانفشانی: ان کے صاحبزادے ابن ابی حاتم "الجرح والتعدیل" کے مقدمہ میں اپنے والد امام ابوحاتم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ ۲۱۴ھ میں بصرہ شہر میں آٹھ مہینے تک رہا اور میرے ارادہ ایک سال رکنے کا تھا، مگر میرا نفقہ سفر ختم ہو گیا اور میں اپنے بدن کے کپڑوں کو یکے بعد دیگرے بیچنا شروع کیا اور علماء ومشائخ سے استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ اب میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ خرچ کا انتظام کروں، پھر بھی میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مشائخ کی مجالس میں شرکت کی اور شام تک ان سے استفادہ کرتا رہا، میرا دوست تو چلا گیا اور میں اپنے خالی گھر آیا اور بھوک کی شدت سے پانی پینے لگا، دوسرے تیسرے دن بھی یہی ہوا۔

یہ واقعات ہمارے اسلاف کی طالب علمانہ زندگی کے وہ نمونے ہیں جن کی مثالیں نہیں ملتیں، علم وفن سے شغف، تحصیل علم میں صبر واستقامت، بے لوثی، ایثار قربانی اور اولوالعزمی کی داستان اب کون رقم کرے گا، اس دور کے طلبہ میں وہ ذوق وشوق کہاں کہ سفر کے مصائب جھیلیں، بھوک وپیاس برداشت کریں، اپنا مال خرچ کریں اور طالب علم میں غرق ہو کر دنیا ومافیہا سے بیگانے ہو جائیں۔

جو مانگنا ہو خدا سے مانگ: ایک نووارد کمرے میں داخل ہوا اور کسی چیز کے متعلق یوں گویا ہوا کہ: "حضرت! آپ فلاں صاحب سے میرے لئے وہ چیز مانگ لیجئے؟ (امید ہے کہ بواسطہ آپ کے مل جائے گی)۔ یہ حضرت کون ہیں؟

چھٹی صدی ہجری کے معروف بزرگ عارف باللہ حضرت احمد بن ابی غالب رحمۃ اللہ علیہ، لوگ ان کے پاس دعائیں کرانے عموماً حاضر ہوتے تھے، ان نووارد صاحب سے حضرت نے فرمایا: "بھائی میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، دونوں دو رکعت نماز (حاجت) پڑھ کر اللہ تعالیٰ ہی سے کیوں نہ مانگ لیں، کھلا در چھوڑ کر بند دروازے کا رخ کیوں کیا جائے۔

یقیناً اللہ کا در ہر وقت کھلا رہتا ہے، یہ یقین اور ایمان کی کمزوری ہوتی ہے کہ اسے چھوڑ کر مخلوق کے بند دروازوں پر کھڑے ہو کر ذلت اٹھائی جائے، اس کھلے در کی طرف رجوع ہونے کی عادت تو ڈالئے آزما کر تو دیکھئے۔

Scanned with CamScanner

خاندانی مسائل اوران کا حل

ڈاکٹر نازنین سعادت (حیدرآباد)

ہمارا ملک ہندوستان، دنیا بھر میں اپنی جن خصوصیات کی وجہ سے معروف رہا ہے، ان میں ایک نمایاں خصوصیت اس کا مستحکم سماجی ڈھانچہ اور خاندانی روایات ہیں۔ مشرقی روایات نے یہاں سماج کے مختلف افراد اور طبقات کے درمیان اتحاد، ہم آہنگی اور ایک دوسرے پر انحصار کی بے نظیر کیفیات کو جنم دیا تھا۔ خاندان، اس مضبوط سماجی ڈھانچے کی ایک اہم اکائی رہا ہے لیکن خاندان کا یہ ادارہ بدلتی زندگی کے ساتھ کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ اس وقت ہندوستانی سماج کا خاندانی نظام دوطرفہ مسائل کا شکار ہے۔ ایک طرف وہ مسائل ہیں جو یہاں کی قدیم رواجوں کے پیدا کردہ ہیں۔ یہ مسائل دبے ہوئے تھے لیکن اب علمی ترقی اور میڈیا کی وجہ سے منظر عام پر آ کر معاشرے میں تناؤ پیدا کر رہے ہیں۔ دوسری طرف بڑھتی ہوئی مغرب پرستی، تیزی سے مغربی دنیا کے مسائل کو بھی یہاں درآمد کر رہی ہے۔ ذیل میں حقائق واعداد وشمار کی روشنی میں کچھ اہم مسائل کا سرسری جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

خاندانی مسائل اوران کی شدت: خاندانی زندگی کا اصل مقصد سکون واطمینان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سکون واطمینان اور مودت ورحمت کو خاندانی زندگی کا اصل مقصد قرار دیا ہے اور واقعہ یہی ہے کہ زندگی کے پیچیدہ مسائل میں گھرا ہوا انسان اپنے خاندان میں آ کر سکون کی سانس لیتا ہے۔ یہاں اسے جذباتی سہارا، بھرپور تعاون اور گرمجوش محبت ملتی ہے، جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں وہ سارے غم بھلا کر زندہ رہنے کا حوصلہ اور جدوجہد کرتے رہنے کا داعیہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں خاندان اور گھر تیزی سے تناؤ کے مرکز بنتے جا رہے ہیں۔ اس وقت ملک میں خودکشی کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ دنیا بھر میں ہونے والے خودکشی کے چالیس فیصد واقعات ہمارے ملک میں پیش آتے ہیں اور ملک میں کی جانے والی 37 فیصد خودکشیوں کا سبب خاندان سے متعلق مسائل ہیں۔ اس کے بعد دوسرا سب سے بڑا گروپ گھریلو خواتین Housewives کا ہے جن کی خودکشی کا سبب خاندانی تناؤ ہوتا ہے۔ کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق 2018 میں ملک میں ایک لاکھ چونتیس ہزار خودکشی کے واقعات پیش آئے۔ قرضوں اور دیوالیہ پن کی وجہ سے خودکشی کرنے والوں کی تعداد 2800 تھی۔ شدید بیماری (کینسر، فالج، ایڈز، پاگل پن وغیرہ) اور جسمانی اذیت سے پریشان ہو کر 12500 لوگوں نے خودکشی کی تھی جبکہ خاندان سے متعلق معاملات کی وجہ سے 35 ہزار لوگوں نے خودکشی کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خاندان ذہنی سکون کا گہوارا ہونا چاہیے وہ بہت سے لوگوں کے لئے شدید ترین تناؤ کا سبب بن گیا ہے۔

بیٹیوں سے نفرت اور دختر کشی: خاندانی مسائل کے روایتی اسباب میں سب سے بڑا سبب ہمارے سماج میں خواتین اور لڑکیوں سے نابرابری کا سلوک ہے۔ ہمارے ملک میں ہر پچاس سیکنڈ میں ایک لڑکی، ولادت سے پہلے یا ولادت کے فوری بعد ماردی جاتی ہے۔ دختر کشی کے لئے طرح طرح کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ زیادہ تر پیدائش سے پہلے اسقاط حمل کے ذریعہ ان کا قتل کیا جاتا ہے۔ پیدائش کے بعد انہیں زندہ دفن کرنا، جلا دینا، زہر کھلا دینا، یہ سب ظالمانہ طریقے اکیسویں صدی کے ہندوستان میں ختم نہیں ہوئے ہیں۔ قتل کی یہ سنگین وارداتیں لڑکی کے قریبی رشتے دار، پیشہ ور دائیوں کی مدد سے انجام دیتے ہیں۔ بعض اوقات لڑکی کے باپ اور کبھی ماں بھی اس میں شریک ہوتی ہے۔ بعض لوگ نومولود لڑکی کو کسی کچرے کے ڈھیر پر یا ویران جگہ پر چھوڑ آتے ہیں۔ جسے کتے مار دیتے ہیں یا بعض اوقات اجنبی لوگ یا رفاہی کارکن اٹھا لیتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً پندرہ کروڑ لڑکیاں (آبادی کے لحاظ سے دنیا کے تیسرے سب سے بڑے ملک امریکہ میں خواتین کی جملہ آبادی کے تقریباً برابر) پیدائش سے پہلے یا فوری بعد دانستہ قتل کی وجہ سے غائب ہو چکی ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی تعداد ہمارے ملک سے متعلق ہے۔ (یہ تعداد کووڈ میں مرنے والوں کی تعداد کے تین سو گنا ہوتی ہے)۔ گزشتہ سال اتراکھنڈ سے آنے والی اس خبر نے تہلکہ مچا دیا تھا کہ وہاں کئی دیہاتوں میں کئی سالوں سے ایک بھی لڑکی کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

حیاتیاتی لحاظ سے نارمل جنسی تناسب یہ سمجھا جاتا ہے کہ آبادی میں اگر ایک ہزار مرد ہوں تو 950 عورتیں ہونی چاہیے۔ ہمارے ملک میں پیدا ہونے والے بچوں میں یہ تناسب گھٹ کر 900 سے بھی کم ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ 2011 کی مردم شماری کے مطابق، چھ سال سے کم عمر بچوں میں یہ تناسب صرف چند ریاستوں ہی میں 950 یا اس سے متجاوز ہے۔ ہریانہ (834)، پنجاب (846)، وغیرہ جیسی ریاستوں میں تو یہ تناسب خطرناک حدوں کو چھو رہا ہے۔ نیتی آیوگ کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق یہ صورت حال دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے اور سترہ ریاستوں میں صرف ایک سال میں اس تناسب میں دس یا اس سے زیادہ پوائنٹ کی کمی واقع ہوئی ہے۔ گجرات میں ایک سال کے اندر 53 پوائنٹس کی کمی واقع ہوئی۔ یعنی فی ہزار لڑکوں کے مقابلے میں، 907 لڑکیاں پچھلے سال پیدا ہوئی تھیں، اور اس سال 854 ہی پیدا ہوئیں۔ اس صورت حال نے ملک کی کئی ریاستوں میں دلہنوں کی قلت پیدا کر دی ہے۔ لڑکے شادیوں کے لئے دوسری ریاستیں جانے پر مجبور ہیں۔ قحبہ گری اور عورتوں کی ٹریفکنگ جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ بعض جگہوں پر یہ انتہائی گھناؤنا رواج بھی شروع ہو گیا ہے کہ کئی مرد (کئی بھائی) مل کر ایک ہی لڑکی سے شادی کرتے ہیں اور مشترک بیوی سے کام چلاتے ہیں۔ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے۔ یہ خاندانی نظام کی موت ہے۔ اگر صورت حال پر قابو نہیں پایا گیا تو ملک کو آئندہ بہت بڑے بحران کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے جو انسانی نسل کے خاتمے کا بھی ذریعہ بن سکتی ہے۔ ان مسائل کا بنیادی سبب لڑکوں کو ترجیح دینے کا مزاج ہے۔ نرینہ اولاد کی خواہش اور فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول کے رواج نے یہ صورت حال پیدا کر دی کہ ماں باپ صرف ایک یا دو بچے چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ لڑکے ہوں۔ اس مزاج کی وجہ سے، جن گھروں میں لڑکیاں زندہ رہ جاتی ہیں وہاں بھی انہیں قدم قدم پر نابرابری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اچھی غذا، اچھی نگہداشت، اچھا علاج یہ صرف لڑکوں کا حق سمجھا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو ان سے محروم کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے فطری اموات میں بھی ان کا تناسب بڑھ جاتا ہے۔

جہیز کی لعنت: ہندوستان میں خاندانی نظام کے لئے ایک بہت بڑی لعنت جہیز کی رسم ہے۔ اس رسم کی وجہ سے لڑکیاں بوجھ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی شادیاں مشکل ہو جاتی ہیں اور شادی کے بعد بھی لالچی سسرالی رشتے دار، ان کی زندگیاں اجیرن بنائے رکھتے ہیں۔ جہیز کے لئے ہونے والی اموات (قتل اور خودکشیاں) کے لحاظ سے ہمارا ملک ساری دنیا میں سرفہرست ہے۔ ملک میں عورتوں کے جتنے قتل ہوتے ہیں، ان میں سے نصف قتل جہیز کے لئے ہوتے ہیں۔ حالانکہ جہیز کے لئے ہراسانی کے خلاف نہایت سخت قوانین بنائے گئے ہیں لیکن ان کے باوجود نہ صرف یہ کہ اس وحشیانہ رسم میں کوئی کمی نہیں آ رہی ہے بلکہ ہر سال جہیز کے لئے ماری جانے والی خواتین کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ نیشنل فیملی ہیلتھ سروے (4-NFHS) کے مطابق ہندوستان میں 30 فیصد جوان خواتین (15 سے 49 سال کی عمر کے درمیان) گھریلو تشدد کی شکار ہیں۔ خاندانوں کا ایک بڑا مسئلہ معاشی ناانصافیاں ہیں۔ اسلامی قانون کے برخلاف اکثر قوانین میں وراثت کی تقسیم کے متعین اصول موجود نہیں ہیں۔ اکثر صورتوں میں مرنے والے کی جائیداد اس کے بیٹوں کے مشترک استعمال میں رہتی ہے۔ بیٹیاں چونکہ بیاہ کر چلی جاتی ہیں اس لئے عام طور پر اس آبائی جائیداد میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اگرچہ عورتوں کو وراثت میں حصہ دینا قانوناً ضروری ہے لیکن عملاً اس قانون پر عمل نہیں ہوتا۔

غیر شادی شدہ مائیں: ہندوستان میں غیر شادی شدہ ماؤں کی شرح بھی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ چند سال پہلے حیدرآباد میں پیش آئے ایک واقعہ نے تشویش کی لہر دوڑا دی تھی۔ انجینیرنگ کی ایک طالبہ اسقاط حمل کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی اور پولیس نے اس کے بوائے فرینڈ اور ڈاکٹر کو گرفتار کر لیا تھا۔ ہمارے ملک میں ہر سال تقریباً ڈیڑھ کروڑ حمل عمداً اسقاط کرائے جاتے ہیں۔ Induced Abortions کی یہ تعداد ان واقعات کی ہے جو ہسپتال میں باقاعدہ ریکارڈ ہوتے ہیں۔ چوری چھپے ہونے والے واقعات کے سلسلہ میں اندازہ ہے کہ وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان واقعات میں ایک بڑی تعداد کا تعلق، غیر شادی شدہ کم عمر ماؤں سے ہوتا ہے۔ ایک آبادی میں متعین وقت کے لئے کی گئی ایک اسٹڈی کے مطابق وہاں پانچ فیصد حمل شادی کے بغیر ٹھہرے تھے۔ اسقاط حمل چونکہ چوری چھپے کرنے کی کوشش ہوتی ہے اس لئے مناسب طبی نگہداشت نہیں ہو پاتی اور ایسی مائیں طرح طرح کے طبی مسائل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جو بچے پیدا ہو جاتے ہیں ان میں بھی بچپن میں اموات کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر ماں اور بچے دونوں کو سماج میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باپ اور خاندان کی سرپرستی کے بغیر پرورش پانے والے بچے مختلف نفسیاتی عوارض کے شکار ہو سکتے ہیں۔

چھوڑ دی گئی خواتین Abandoned Women: اس سے مراد طلاق یافتہ خواتین نہیں بلکہ وہ خواتین ہیں جنہیں نہ ان کے شوہر طلاق دیتے ہیں اور نہ ان کو ساتھ رکھتے اور ان کے حقوق ادا کرتے ہیں، بلکہ انہیں بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ خاص طور پر ہمارے ملک کا مسئلہ ہے۔ تعلقات خراب ہوں تو طلاق کا عمل نہایت مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ان مشکلات سے بچنے کے لیے ایسے مرد اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے بجائے، انہیں یونہی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ رپورٹوں کے مطابق ہمارے ملک میں ایسی خواتین کی تعداد تقریباً 23 لاکھ ہے۔ یہ تعداد طلاق یافتہ خواتین کے دوگنا ہے۔ طلاق یافتہ خواتین دوبارہ شادی کر سکتی ہیں یا آزادانہ طور پر نئی زندگی کی شروعات کر سکتی ہیں لیکن بغیر طلاق کے چھوڑ دی گئی یہ خواتین زندگی بھر اس امید میں رہتی ہیں کہ کسی مرحلے پر ان کے شوہر ان سے آملیں گے۔ شوہروں کے بغیر ان کی زندگیاں اجیرن ہوتی ہیں۔ شدید معاشی مشکلات کے ساتھ ساتھ سماج کے ناروا سلوک کا بھی ان کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملک کا قانونی نظام بھی ایسا ہے کہ شوہر کے دستخط کے بغیر پاسپورٹ حاصل کرنا تک آسان نہیں ہوتا۔ گزشتہ سال ایک بڑا مسئلہ ان خواتین کا بھی سامنے آیا جن کے شوہر انہیں بے سہارا چھوڑ کر یورپ، امریکہ اور دیگر ملکوں کو چلے گئے اور اکثر نے وہاں شادیاں بھی کر لیں۔

بیواؤں کی لاچاری: خاندانی مسائل میں ایک اہم مسئلہ بیواؤں کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک میں تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ بیوہ خواتین رہتی ہیں۔ یہ تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور ملک میں عورتوں کی جملہ آبادی کا تقریباً دس فیصد ہے۔ ان بیواؤں میں جوان العمر بیواؤں کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ سماج میں آج بھی بیواؤں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوتا ہے۔ شوہر کی موت کے بعد بھی انہیں زندگی بھر سسرال ہی میں رہنا ہوتا ہے جہاں وہ ایک ناپسندیدہ وجود بنی پوری زندگی گذارنے کے لئے مجبور ہوتی ہیں۔ اگرچہ بیواؤں کی شادی کی گنجائش قانونی لحاظ سے تمام پرسنل لاز میں موجود ہے لیکن بہت سے سماجوں میں یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے ملک میں اتنی بڑی تعداد میں بیوائیں موجود ہیں۔ ان بیواؤں کو شوہر کی جائیداد میں اکثر کوئی حصہ نہیں ملتا۔ شوہر کے مرتے ہی اس کی چوڑیاں توڑ دی جاتی ہیں اور ہر طرح کا سنگھار بلکہ رنگین کپڑے بھی ممنوع ہو جاتے ہیں۔ اس کے وجود کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور خوشی کی تقاریب یا اہم مواقع پر اسے دور رکھا جاتا ہے۔ کئی ریاستوں میں آج بھی جوان العمر بیواؤں کو چڑیل سمجھا جاتا ہے اور گاؤں میں پیش آنے والے حادثات یا ناگوار واقعات کے لئے ان کو ذمے دار سمجھا جاتا ہے۔ ان کو اس "جرم" میں قتل کیے جانے کے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ ان سب سے پریشان ہو کر بہت سی عورتیں گھر چھوڑ کر کسی آشرم میں رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ صرف برنداون میں، جو دلی سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور واقع ایک مذہبی مقام ہے، تقریباً دس ہزار بیوائیں نہایت قابل رحم حالت میں آشرموں میں زندگی گذار رہی ہیں۔ برنداون کو اس کی وجہ سے بیواؤں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔

یہ سب کے لئے وہ مسائل ہیں جو اسلام کی خاندانی قدروں اور تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ اسلام نے خاندانی زندگی کی تفصیلی احکام دیے ہیں۔ ماں، بیٹی، بیوی، بہو وغیرہ کا آزادانہ مقام اور ان کے حقوق اور خاندان کے تمام ارکان کے حقوق وفرائض نہایت وضاحت کے ساتھ متعین کیے ہیں۔ اور ایثار واحسان کی تعلیم دی ہے۔ اسلام کے ان ابدی اصولوں پر مسلمان عمل پیرا ہوتے اور ان کو عام کرتے تو یہ صورت حال ہرگز پیدا نہیں ہوتی لیکن اوپر جو مسائل بیان کیے گئے ہیں، وہ کم وبیش مسلم معاشرے میں بھی سرایت کرتے جا رہے ہیں۔ ہم اسلام کے نظام رحمت سے اہل ملک کو متعارف کرانے کی بجائے، ان کی خرابیوں کا خود تاثر قبول کر رہے ہیں۔ اگر ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں اور اہل ملک کے سامنے انہیں پیش کریں تو ان تعلیمات میں ان سب مسائل کا پائیدار حل موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

عالمی اخوت انسانی کی قرآنی بنیادیں

ڈاکٹر شکیل احمد

اسلام عالمی اخوت انسانی کا داعی ہے۔ اخوت انسانی کے قیام کے لیے اسلام سے ہٹ کر بھی کوششیں ہوئیں ہیں اور عالمی سطح تک آج بھی جاری ہیں۔ دراصل انسان کی ساخت، اس کے فطری جذبات، اس کے قومی مفادات اور اس کی بنیادی ضرورتیں متقاضی ہیں کہ ان کے اجتماع میں اخوت جاری وساری ہو۔ ظاہر ہے کہ اس اخوت کا براہ راست تعلق انسان کے مقصد زندگی سے ہوگا۔ اگر یہ مقصد منصفانہ اور لائق عمل ہو تو انسانوں کی باہمی اخوت بھی صالح ثمرات کی امین ہوگی۔ لیکن اگر یہ مقصد کوتاہ اندیش اور وقتی مصالح کا تابع ہوگا تو انجام کار اخوت انسانی بھی اختلافات ونزاعات کی شکار ہو کر پارہ پارہ ہو جائے گی۔ بدنصیبی سے اس وقت عالمی اخوت کے لیے جو کوششیں کی جارہی ہیں یا ماضی میں کی گئیں، وہ انسان کے صحیح مقصد حیات کو نہ پہچان سکیں۔ اور نتیجتاً اس تگ ودو میں انسانوں کی جان ومال اور اوقات جیسی بیش قیمت چیزوں کا ضیاع تو ہوا لیکن انسان کو مطلوبہ سکون اور اطمینان حاصل نہ ہوسکا۔ بلکہ یہ کاوشیں نوع انسانی میں نوع بہ نوع تقسیم اور انتشار کا مظہر بن گئیں۔ جن کا انتہائی نتیجہ یہ ہے کہ آج دنیا جنگ اور دہشت کے سائے میں نوع انسانی کی تباہی وبربادی کے قریب تر ہو چکی ہے۔

ہدایت الٰہی سے محروم انسانی فکر نے سوچا کہ انسان کی ساری صلاحیتیں اور قوتیں اس کے خاندان اور اس کے قبیلے میں ہی تو پرورش پاتی ہیں، لہٰذا ان اداروں کی خدمت کو اولین ترجیح دینا ہی تمام انسانوں کی باہمی اخوت کو فروغ دینے کا ذریعہ بنے گا۔ چنانچہ لوگوں نے آنکھیں بند کر کے اپنے خاندان اور اپنے قبیلے کی تائید ونصرت اور ان کے دشمنوں سے دفاع کو انسانوں کا مقدس فریضہ قرار دیا۔ حالانکہ یہ اکثر صورتوں میں ظلم وجور کا راستہ ہوتا ہے۔ قرآن نے اس روش کی نکیر کی ہے: وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہی کی پیروی کیے چلے جائیں گے؟ (البقرۃ: 170) رسول اللہ نے خاندان اور قبیلے پر غرور کرنے سے واضح طور پر منع فرمایا ہے: لوگ زمانہ جاہلیت میں) مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرنا بالکل چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ وہ تو جہنم کا کوئلہ بن چکے ہیں۔ ورنہ وہ اللہ کے نزدیک اس گبریلے سے زیادہ ذلیل ہوں گے جو گندگی کو اپنی ناک سے لڑھکاتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ آدمی بس دو طرح کے ہیں صاحب ایمان اور خداترس یا بدکردار اور بدبخت لوگ، سارے کے سارے آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

خاندان اور قبیلے پر فخر وغرور کسی بھی دور میں اخوت انسانی قائم نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ بنیادی مفروضہ ہی درست نہیں تھا کہ انسان کی توانائیاں اس کے خاندان یا قبیلے کی عطا کردہ ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کے نشوونما میں تنہا اس کا خاندان یا اس کا قبیلہ ہی موثر رول ادا نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے گردوپیش کے دیگر خاندان اور قبائل حتی کہ اس کے ماحول کے غیر انسانی عوامل بھی ایک رول ادا کرتے ہیں۔ انسان نے اپنے خاندان اور قبیلے کے ساتھ اپنے مال ودولت کو شریک وسہیم بنانا چاہا تو عزت وبرتری کے لیے ایک نئی قسم کی کشمکش برپا ہوگئی۔ بنی اسرائیل نے عمالقہ سے مقابلہ کے لیے ایک کمانڈر کے انتخاب کی درخواست کی تو ہم عصر نبی نے طالوت کو مقرر کر دیا جو جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے دوسروں پر فائق تھے لیکن قوم نے ان کی ان صلاحیتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اعتراض کیا: وہ بولے ''ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہو گیا؟ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے''۔ (البقرۃ: 247)

انسانی فکر کی تنگ نظری نے اسے صرف اپنے قبیلے تک محدود رکھ کر اس کی جملہ مساعی کا دائرہ کار ہی محدود کر دیا، اخوت انسانی کے فروغ میں کوئی رول ادا نہیں کیا۔ چنانچہ انسان نے اپنے مربیوں کا دائرہ صرف اپنے خاندان اور اپنے قبیلے سے بڑھا کر اس میں اپنے تمام ہم زبانوں اور ہم نسلوں کو بھی شریک کر لیا۔ لیکن اس حل نے انجام کار لسانی اور نسلی تعصب تو پیدا کیا، انسان کو اخوت انسانی کی منزل تک نہ پہنچا سکا کیونکہ انسان کے ہم زبان اور ہم نسل افراد کا دائرہ خواہ کتنا بھی وسیع ہو، ان تمام افراد پر محیط نہیں ہوتا جو اس کے معاشی، سماجی اور ثقافتی روابط میں اس کے لئے معین ہوتے اور اس کو قرب ویگانگت کا احساس دلاتے ہیں۔ قرآن رنگ ونسل اور اختلاف لسان کی نیرنگی کو تسلیم تو کرتا ہے لیکن انہیں خالق کائنات کی قدرت واختیار کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے: اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانش مند لوگوں کے لیے۔ (الروم: 22)

رنگ اور نسل کے تنگ نامے نے فکر انسانی کو جغرافیائی شناختیں اپنانے کی طرف راغب کیا۔ اس فکر نے انسان کو قوم اور وطن کے تصور کا اسیر کر دیا جو انسانوں کے لیے ایک نئے قسم کے خدا تو بن گئے لیکن اخوت انسانی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوئے۔ صرف پچھلی صدی کی تاریخ بتاتی ہے کہ قوم پرستی اور وطن پرستی کے نام پر دو عظیم جنگوں کے علاوہ ہزاروں سرحدی اور قومی جنگیں لڑی جا چکی ہیں۔ جن میں لاکھوں انسانی جانوں کے ناحق اتلاف کے علاوہ کروڑوں، اربوں روپیوں کے قیمتی اثاثے بھی برباد ہوئے۔ اگر جنگ نہ بھی ہو تب بھی ان تصورات کی بنیاد پر سرد جنگ کا ماحول تو ضرور ہی گرمایا رہتا ہے۔ یقیناً وحدت انسانی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن اس سے انکار نہیں کرتا بلکہ وحدت انسانی کو مجروح کرنا فرعون وہامان جیسے متکبرین اور فتنہ پرداز لوگوں کی عادات میں شمار کرتا ہے: واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا، اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنادیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ (القصص: 4-6)

دراصل قرآن صاف صاف گواہی دیتا ہے کہ تمام انسانوں کی ابتدائی حالت وحشت وجہل کی حالت نہیں تھی بلکہ وہ اتحاد باہمی اور ہم آہنگی کے رشتہ میں پیوستہ تھے: ابتداءً سارے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنالیے اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر لی گئی ہوتی تو جس چیز میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ (یونس: 19)

قرآن دعویٰ کر رہا ہے کہ اگر انسانوں کی کوئی جمعیت کبھی پائی جاتی تھی تو وہ اس کے سوا کچھ اور نہ تھی کہ وہ سب مل کر ایک امت واحدہ کا نقشہ پیش کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شہادت دی ہے کہ تمام مرد وخواتین آپس میں اخوت کا رشتہ رکھتے ہیں۔ خدا کو گواہ بناتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ سارے ہی انسان آپس میں بھائی ہیں۔'' یہ حالت ایک عرصے تک قائم رہی لیکن پھر بعد کے انسانوں کے درمیان اختلاف رونما ہوا جس کے نتیجہ میں ان کی جمعیت پارہ پارہ ہوگئی۔ یہ کسی مصلحت خداوندی کی وجہ سے ہے کہ انہیں کچھ عرصہ کے لیے ڈھیل دے دی گئی ہے۔ ورنہ ہاتھ کے ہاتھ بھی ان کا فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کی وجہ پر بھی روشنی ڈالی ہے: پھر جو اختلاف ان (بنی اسرائیل) کے درمیان رونما ہوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آجانے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ (الجاثیۃ: 17)

یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ میں اخوت کے انتشار کی دو وجوہات بیان کی ہیں: (۱) آپسی بغاوت اور سرکشی (۲) ایک خاص قسم کا علم جو ان تک پہنچا۔ یہ خاص علم جو انسانوں کو حاصل ہوا اسے بدیا کا نام بھی دیا گیا ہے جسے عرف عام میں جادو سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں نے جادو کا علم بابل میں سیکھا تھا۔ قرآن میں سحر کی جن شکلوں کا ذکر ملتا ہے ان میں سے دو شکلیں ہمارے موضوع سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ ایک شکل تو اسی بابلی سحر کی ہے جسے سکھانے سے پہلے ہی شاگرد کو بتا دیا جاتا تھا کہ جادو کے نام سے جو علم سکھایا جائے گا، وہ دراصل ایک آزمائش ہے۔ لہٰذا سیکھنے والے کو چاہیے کہ کفر نہ اختیار کرے۔ اس کے باوجود دنیا کے پرستار لوگ جادو سیکھنے سے باز نہیں آئے کیونکہ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اس طرح وہ دوسرے لوگوں کے خلاف خاموشی کے ساتھ سرکشی اور بغاوت کی کارستانیاں کر سکتے ہیں۔ لیکن اس بابلی جادو کی جو اصل حقیقت تھی اسے قرآن نے وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے: پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لیے نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی۔ (البقرۃ: 102)

فرد کا زوج ایک روحانی عنصر ہوتا ہے اور جب وہ اصل انسان سے برگشتہ ہو جاتا ہے، تو انسان کی سرگرمیوں میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تعطل سے قطع نظر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی شخص کو نفع یا نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار کسی جادوگر کو حاصل ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں، کوئی بھی جادوگر کسی بھی انسان کو نفع یا نقصان پہنچانے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ انسان کے روزمرہ میں شیطانی چالوں کے ذریعہ رکاوٹ ڈالنے کے علاوہ جادوگر کچھ بھی نہیں کر سکتا حتی کہ اس کے جادو کا اثر بھی تب ہی ہوتا ہے جب مشیت الٰہی اس کی اجازت دے۔ چنانچہ جادو دراصل ایک بے فائدہ عمل ہے، جس سے انسانوں کی باہمی اخوت کو زک بھلے ہی پہنچانے کی کوشش کی جائے لیکن اس کوشش کا انجام اذن اللہ پر منحصر ہوتا ہے۔ جادو کے کاموں میں دوسرا ذریعہ ہے شریر جنات کے ذریعہ جادو کرنا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اعتراف خود جنات کی ایک جماعت کے ذریعہ ان الفاظ میں کرایا ہے: اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور زیادہ بڑھا دیا۔ (الجن: 2) یہ ہے غیر اللہ کی پوجا کی اصل حقیقت اور اس کی موجودگی میں تمام انسانوں کی باہمی اخوت مشکوک ہی رہے گی۔ اس پوری تفصیل سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں: اول یہ کہ جادو بھی اعمال کفر وشرک سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری یہ کہ اعمال کفر وشرک انسان کی آفاقی اخوت کے منافی ہیں۔ اس صورت حال میں قابل غور وہ نسخہ ہے جسے قرآن نے عالمی اخوت انسانی کے قیام کے لیے تجویز کیا ہے۔

مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ نسخہ صرف ایک لفظ پر مشتمل ہے۔ ''صراط مستقیم، یعنی لاتعبدوا الشیطان اور اگر اس صراط مستقیم کی تفصیلات تلاش کرنی ہو تو قرآن مجید اور اسوہ رسول اس کا معیار ہیں۔ بندگان خدا کی آسانی اور ہدایت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود قرآن مجید میں صراط مستقیم کی وضاحت کر دی ہے: شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی بندگی کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔ (یٰس: 60-61) شیطان کی پرستش سے مکمل گریز اور اس کی جگہ صرف اللہ کی عبادت ہی انسان کے لیے صراط مستقیم ہے۔ جو اسے نہ صرف آخرت میں سرخ رو کر سکتی ہے بلکہ اس دنیا میں بھی اسے باہمی اخوت کے ماحول سے آشنا کر سکتی ہے، جو اللہ کو بھی مطلوب ہے۔ وہ اس دنیا میں انسانوں کے درمیان باہمی اخوت سے سرشار معاشرہ دیکھنا چاہتا ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر اس نے اس دنیا میں اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا تھا اور اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں: ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے، ان کا فیصلہ کرے۔ (البقرۃ: 213) قرآن مجید کی تصریحات سے واضح ہے کہ صراط مستقیم سے تمسک کے دو پہلو ہیں: نظری اور عملی۔ نظری لحاظ سے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب ایمان ہو یعنی اللہ اور اس کے رسولوں اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور عملی لحاظ سے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعمال صالحہ انجام دیتا رہے: سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (التین: 6، فصلت: 8)

عالمی اخوت انسانی کے لیے قرآن کا یہ پروگرام مستقل اور پائیدار بنیادیں فراہم کرتا ہے اور اس پروگرام کی تفصیل میں جانے سے اندازہ ہوگا کہ یہ تمام انسانوں کی باہمی اخوت کے لیے کیوں ضروری بلکہ ناگزیر ہے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

امریکی پولیس کولمبیا یونیورسٹی میں داخل، درجنوں طلبہ گرفتار

کولمبیا یونیورسٹی میں شروع ہونے والا مظاہرہ غزہ میں جاری جنگ کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والے مظاہروں کے سلسلے کی تازہ ترین کڑی ہے، اس یونیورسٹی میں شروع ہونے والے مظاہرے اس وقت امریکہ کی بیشتر ریاستوں میں بہت سے اہم تعلیمی اداروں تک پھیل چکے ہیں، خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹڈ پریس (اے پی) کے مطابق منگل کی رات تقریباً نو بجے کیمپس میں داخل ہونے کے بعد کچھ پولیس افسران ہملٹن ہال کے قریب پہنچے، جس پر طلبہ نے منگل کی صبح اس وقت سے قبضہ کر رکھا تھا، جب یونیورسٹی انتظامیہ نے مظاہرہ ختم نہ کرنے پر طلبہ کو معطل کرنا شروع کیا تھا، طلبہ نے ہملٹن ہال پر قبضہ کرنے کے بعد اس کا نام غزہ میں ہلاک ہونے والی چھ سالہ بچی ہند رجب کے نام پر 'ہندز ہال' کر دیا تھا، اے پی کے مطابق اس ہال میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد پولیس متعدد طلبہ کو پکڑ کر گاڑیوں میں بٹھاتی ہوئی نظر آئی، ایسے طلبہ کی تعداد تیس سے چالیس کے درمیان تھی، ان کے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے بندھے ہوئے تھے، ہملٹن ہال کے باہر کھڑے دیگر مظاہرین "آزاد، آزاد، آزاد فلسطین" اور "طلبہ کو چھوڑ دو" کے نعرے لگا رہے تھے، انہوں نے پولیس کی جانب اشارے کرتے ہوئے "شرم کرو، شرم کرو" کے نعرے بھی لگائے (ڈی ڈبلیو)

جرمنی: بغاوت کے مقدمے میں ملزمان کے خلاف سماعت کا آغاز

جرمن پولیس نے سات دسمبر 2022ء کو ملک گیر چھاپوں کے ایک سلسلے میں ریاست کے خلاف مشتبہ سازش کا پردہ فاش کرتے ہوئے رائش برگر نامی انتہائی دائیں بازو کی تنظیم سے تعلق کے شبے میں تقریباً 25 افراد کو گرفتار کیا تھا، جرمنی میں انتہائی دائیں بازو کی ایک تنظیم پر بغاوت کی سازش کے الزامات کے تحت قائم کیے گئے تین میں سے پہلے مقدمے کی سماعت کا آغاز پیر 29 اپریل کو ہو گیا ہے، اس مقدمے میں شریک ملزمان پر سنگین غداری کی سازش تیار کرنے اور ایک دہشت گرد تنظیم سے تعلق رکھنے کا الزام ہے، یہ تمام مشتبہ ملزمان نام نہاد "رائش برگر" تحریک کا حصہ اور مبینہ طور پر موجودہ جرمن حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کر رہے تھے، "رائش برگر" یا "سلطنت کے شہری" نامی اس انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے افراد دوسری عالمی جنگ کے بعد کی جرمن ریاست کو مسترد کرتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ جرمن ریاست دوسری عالمی جنگ جیتنے والی اتحادی طاقتوں کے ذریعے وجود میں لائی اور کنٹرول کی گئی، جرمن وزیر داخلہ نینسی فیزر نے آج پیر کی صبح جرمن براڈکاسٹر زیڈ ڈی ایف کو بتایا، یہ ہماری آئینی ریاست کی طاقت ہے کہ 'رائش سٹیزنز' کے اب تک کے سب سے بڑے دہشت گرد نیٹ ورک پر مقدمہ چل رہا ہے اور ریاست کا تختہ الٹنے کی سازش کرنے والے عسکریت پسندوں کو اپنے منصوبوں کے لیے جواب دینا ہوگا۔ (ڈی ڈبلیو)

فلپائن کا ڈیم سوکھنے سے 300 سال پرانا شہر عیاں

دنیا بھر میں موسم گرما کی تختی کا ذکر ہو رہا ہے؛ لیکن فلپائن میں شدید درجہ حرارت کی وجہ سے ایک بڑا ڈیم جزوی طور پر خشک ہو گیا ہے جس کے باعث تقریباً 300 سال پرانے شہر کے کھنڈرات دوبارہ نظر آنے لگے ہیں، پنتابنگن نامی یہ شہر سنہ 1970 کی دہائی میں آبی ذخائر کی تعمیر کے نتیجے میں ڈوب گیا تھا؛ لیکن کبھی کبھی انتہائی خشک اور گرم مواقع پر یہ شہر پانی سے باہر نظر آتا ہے، اس بار یہ قصبہ ایک بار پھر نظر آنے لگا ہے جب تقریباً نصف ملک خشک سالی کا شکار ہے اور بعض مقامات پر تو درجہ حرارت 50 سینٹی گریڈ تک پہنچ گیا ہے، ملک کے ڈیموں کا نظام دیکھنے والی ریاستی ایجنسی کے انجینئر مارلون پالا دین نے خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کو بتایا کہ ڈیم کی تعمیر کے بعد یہ قصبہ اب تک سب سے طویل عرصے تک پانی کے اوپر نظر آ رہا ہے، شدید گرمی نے لاکھوں لوگوں کی روزمرہ زندگی کو درہم برہم کر دیا ہے، اسکول کئی دنوں سے بند ہیں جبکہ دفتری ملازمین کو گھر سے کام کرنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے، ریاست کے زیر انتظام موسمیاتی بیورو پگاسا کے ماہر موسمیات جینیسن ایسٹاریجا نے بی بی سی نیوز کو بتایا کہ آنے والے دنوں میں بھی یہ معمول سے زیادہ گرم ہو سکتا ہے، اس ڈیم سے آس پاس کے چاول اگانے والے علاقے کو پانی دیا جاتا ہے، فلپائن اپنے گرم اور خشک موسم کے وسط میں ہے، جس کی وجہ ایل نینو یعنی بحرالکاہل کی سطح پر پانیوں میں غیر معمولی حدت ہے، اس جزیرہ نما ملک کا پورا مشرقی ساحل بحرالکاہل سے لگا ہوا ہے (بی بی سی)

اسکاٹ لینڈ کے پہلے مسلمان فرسٹ منسٹر حمزہ یوسف نے استعفیٰ دے دیا

اسکاٹ لینڈ کے پہلے مسلمان فرسٹ منسٹر حمزہ یوسف نے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا ہے، فرانسیسی نیوز ایجنسی اے ایف پی کے مطابق ان کو رواں ہفتے تحریک عدم اعتماد کا سامنا تھا، گزشتہ ہفتے حمزہ یوسف نے اس امید پر اپنی اسکاٹش نیشنل پارٹی (ایس این پی) اور گرین پارٹی کے درمیان اقتدار کی تقسیم کا معاہدہ اچانک ختم کر دیا کہ وہ اقلیتی حکومت کی قیادت کر سکتے ہیں؛ لیکن اپوزیشن جماعتوں نے عدم اعتماد کی تحریک پیش کر دی، اس وقت سے ان کے استعفے کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا، ان کی حکومت نے پہلے ہی موسمیاتی پالیسی کے سلسلے میں اپنی اتحادی گرین پارٹی کو ناراض کرتے ہوئے خالص صفر کاربن کے اخراج کے اہداف کو ترک کر دیا تھا، اس کے بعد حزب اختلاف کے اسکاٹش کنزرویٹو نے حمزہ یوسف کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ درج کرایا، جس کا انعقاد بدھ کو ہونا تھا اور جس میں ان کے ہارنے کا خطرہ تھا، اسکاٹش لیبر پارٹی نے بھی اپنی حکومت میں ایک اور عدم اعتماد کا ووٹ درج کرایا تھا، ٹوریز، لیبر، لبرل ڈیموکریٹس اور گرینز سبھی نے کہا تھا کہ وہ ان کے خلاف ووٹ دیں گے، جس سے وہ آزادی کی حامی البا پارٹی کے واحد قانون ساز کی حمایت حاصل کرنے پر مجبور ہوئے (اردو نیوز)

تعلیم و روزگار

سکریٹری گریڈ-2 کے لیے 134 آسامیاں

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC)، لکھنو نے سکریٹری گریڈ-2 کے لیے 134 آسامیاں جاری کی ہیں، منتخب امیدوار کو ریاستی زرعی پیداوار مارکیٹ کونسل میں تعینات کیا جائے گا، آن لائن درخواست کا عمل 24 اپریل 2024 سے شروع ہو گیا ہے، اس کا اشتہار نمبر ہے 06-امتحان/2024۔ تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ صرف اتر پردیش کے اصل باشندوں کو ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 24 مئی 2024 ہے۔

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف فیشن ٹیکنالوجی میں گروپ۔C کے تحت 37 آسامیوں کے لئے درخواستیں مطلوب

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف فیشن ٹیکنالوجی (NIFT وارانسی اور رائے بریلی) نے گروپ-C کے تحت 37 آسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس میں مشین مکینک اسسٹنٹ، لیب اسسٹنٹ سمیت کئی آسامیاں شامل ہیں، یہ تقرریاں کنٹریکٹ کی بنیاد پر ہوں گی، دلچسپی رکھنے والے درخواست دہندگان کو درخواست فارم بھیجنا چاہیے، دستاویزات 20/مئی 202 تک مقررہ پتے پر ارسال کریں۔

اسسٹنٹ کمانڈنٹ کے 506 عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں مطلوب

یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) نے اسسٹنٹ کمانڈنٹ کے 506 عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، تمام بحالیاں سنٹرل آرمڈ پولیس فورس کے امتحان 2024 کے ذریعے کی جائیں گی، اس امتحان کے ذریعے ملک کی پانچ نیم فوجی دستوں میں بھرتی کی جائے گی، مرد اور خواتین دونوں ان آسامیوں کے لیے درخواست دینے کے اہل ہیں، دلچسپی رکھنے والے اہل امیدوار UPSC کی آفیشل ویب سائٹ پر جا کر 14 مئی 2024 (شام 6 بجے) تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل زمرے کے لیے 200 روپے، ST/SC زمرہ اور خواتین کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی، سرکاری ویب سائٹ: www.upsco//https-upsc.gov.in

ٹیلی فون نمبر: 011-23385271/011-23381125/011-23098543

ایمس (AIIMS) گورکھپور میں اسسٹنٹ پروفیسر کی 17 آسامیوں کے لیے درخواستیں مطلوب

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (AIIMS) گورکھپور (اتر پردیش) نے اسسٹنٹ پروفیسر کی 17 آسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، درخواست اسپیڈ پوسٹ/ڈاک کے ذریعے بھیجنی ہوگی، واضح ہو کہ اس سے قبل درخواست کی آخری تاریخ 11/اپریل 2024 تھی جسے بڑھا کر 21/مئی 2024 کر دیا گیا ہے، دلچسپی رکھنے والے امیدوار اب 21/مئی 2024 تک مخصوص پتے پر ضروری دستاویزات منسلک کر کے درخواست بھیج سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل، او بی سی اور ای ڈبلیو ایس زمرہ کے لیے 3000 روپے، ST/SC زمرہ اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی، سرکاری ویب سائٹ: (https://aiimsgorakhpur.edu.in)

ہندوستان فرٹیلائزر اینڈ رسائن لمیٹڈ (HURL) میں 51 آسامیوں کے لیے درخواست طلب

ہندوستان فرٹیلائزر اینڈ رسائن لمیٹڈ (HURL) نے 51 خالی آسامیوں کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کے تحت انجینئرز اور افسران کی مختلف آسامیوں پر بحالیاں ریگولر اور فکسڈ ٹرم کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائیں گی، درخواست دہندگان اس کی ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی آخری تاریخ 20/مئی 2024 ہے، کم از کم 60% نمبروں کے ساتھ ایل ایل بی کی ڈگری اور متعلقہ فیلڈ میں پانچ سال کا تجربہ، عمر زیادہ سے زیادہ 35 سال ہونی چاہیے، عمر کا حساب 20/مئی 2024 کی بنیاد پر کیا جائے گا، تقرری تین سال کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر ہوگی، انتخاب تحریری امتحان/اسکریننگ ٹیسٹ/ٹریڈ ٹیسٹ/اسکل ٹیسٹ/انٹرویو/گروپ ڈسکشن کی بنیاد پر ہوگا نیز درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے۔

انڈسٹریل ٹرینی کے 239 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

نیو یلی لگنائٹ کارپوریشن (NLC) انڈیا لمیٹڈ نے صنعتی ٹرینی کی 239 آسامیوں پر بحالی کے لیے اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کا اشتہار نمبر ہے- 01/2024۔ منتخب امیدواروں کو تین سال کی تربیت دی جائے گی، اس کے ساتھ امیدوار کو کسی بھی ریاست/شہر میں واقع ادارے کے یونٹ میں تعینات کیا جا سکتا ہے، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی آخری تاریخ 31/مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، عمر کی حد جنرل زمرہ اور EWS زمرہ کے لئے کم از کم 18 سال اور زیادہ سے زیادہ 37 سال ہونی چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ عمر میں OBC زمرہ کو 03 سال اور ST/SC زمرہ کو پانچ سال کی چھوٹ ملے گی، عمر کا حساب یکم مارچ 2024 کے آدھار پر ہوگا، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 مئی 2024 (شام 5 بجے) تک ہے، ویب سائٹ: www.nlcindia.in، ای میل: help.recruitment@nlcindia.in،

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل) میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلبہ و طالبات کو حضرت امیر شریعت مدظلہ نے مبارک باد دی

ہر سال کی طرح اس سال بھی امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے تحت چلنے والا ادارہ پارامیڈیکل کے طلبہ وطالبات نے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ سال اول کے پچاس طلبہ میں 48 نے 96 فیصد جبکہ سال دوم میں پچاس طلبہ میں 46 نے 92 فیصد حاصل کر کے ادارہ کے وقار و معیار کو بلند کیا۔ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ نے نمایاں کارکردگی وکامیابی پر ہونہار طلبہ وطالبات کو دلی مبارکباد دی اور فرمایا کہ پارامیڈیکل کے اساتذہ کرام، منتظمین وکارکنان بھی ہماری تہنیت کے مستحق ہیں جن کی محنت اور سعی مشکور سے بچے ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں جس سے پارامیڈیکل کا نام ملک میں روشن ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ محنت ولگن، طلب وجستجو سے ترقی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، کامیابی بڑھ کر قدم چومتی ہے، امارت شرعیہ کا پارامیڈیکل کا شعبہ بچے اور بچیوں کے روشن مستقبل کیلئے ہمیشہ فکر مند رہتا ہے، جس سے خوشگوار ثمرات ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے فرمایا کہ امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے ذریعہ چلنے والے اداروں سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ فارغ ہو کر ملک وبیرون ملک مختلف سرکاری و پرائیوٹ اداروں میں برسر روزگار ہیں، اللہ کے فضل وکرم سے اس کا ہر شعبہ ایک مثالی شعبہ ہے، اس سال پارامیڈیکل میں جن بچے اور بچیوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے ہم ان سب کو مبارکباد دیتے ہیں، اس ادارے کے کارگذار سکریٹری جناب سید نثار احمد صاحب پرنسپل۔ جناب ڈاکٹر فضیل احمد صاحب، ایچ، او، ڈی جناب ڈاکٹر سید کمال وارث صاحب، اکیڈمک انچارج، جناب محمد ضیاء الدین صاحب اور جملہ اساتذہ وکارکنان نے بھی پارا میڈیکل کے طلبہ وطالبات کو مبارکباد دی اور روشن مستقبل کی دعائیں کی۔

مدارس میں داخلہ کے لئے سفر کر رہے طلباء وگارجین توجہ دیں

امارت شرعیہ متعصب افسران کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لئے تیار

شوال کا مہینہ مدارس اسلامیہ میں تعلیمی سال کے آغاز کا ہوتا ہے، اس موقع سے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تعلیم کے نام پر دوسری ریاستوں میں وہاں کے اساتذہ لے جاتے ہیں اور گارجین حضرات برضاء ورغبت انہیں بھیجتے ہیں، چھوٹے بچوں کی بڑی تعداد جب ایک ساتھ سفر کرتی ہے تو بہبودی اطفال نام پر بنی ہوئی متعصب تنظیمیں حرکت میں آجاتی ہیں اور انہیں مختلف اسٹیشنوں پر اتار لیا جاتا ہے، نابالغ کو پکڑ کر سیدھا چائلڈ ہوم بھیج دیا جاتا ہے اور بالغ لڑکوں بشمول ان کے استاذ کو پکڑ کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے، پھر قانونی کاروائی کا طویل دور شروع ہوتا ہے؛ کبھی کبھی ضمانت حاصل کرنے میں مہینوں لگ جاتے ہیں اور بے قصور لوگ مختلف دفعات کا سامنا کرتے ہوئے جیل میں پریشانیاں جھیلتے ہیں، اس سلسلے میں امارت شرعیہ کی مجلس شوری اور کابرامارت نے لوگوں کو بار بار تاکید کی کہ بہار میں بہت سارے معیاری تعلیمی ادارے ہیں، بہت سارے مدارس وفاق المدارس امارت شرعیہ سے ملحق ہیں، وہاں بھی تعلیم اچھی ہوتی ہے، اس لئے بہار کے مدارس کا انتخاب کرنا چاہئے، بدرجہ مجبوری دوسری ریاستوں کا سفر کریں، بار بار توجہ دلانے کے باوجود اس پر قابو نہیں پایا جاتا ہے اور مسائل ہے کہ بڑھتے جا رہے ہیں، حال ہی میں حاجی پور، مظفرپور، چمپارن وغیرہ میں بچوں کو ٹرین سے اتار لیا گیا اور بچوں کے اغوا اور بال مزدوری کے دفعات لگا کر انہیں جیل بھیج دیا گیا، گذشتہ ۲ رمئی ۲۰۲۴ء کو بھی راجندر نگر پٹنہ میں بھاگل پور سے پڑھنے کے لئے باہر جا رہے طلبہ کو اتار لیا گیا اور تمام کو بچہ گھر اور اس کے ساتھ جا رہے مولانا کو ہتھکڑی لگا کر جیل بھیج دیا گیا، امارت شرعیہ کے ذمہ داران صبح سے ہی ان کو چھڑانے کے لئے سرگرداں ہیں، حضرت امیر شریعت مستقل رابطہ میں رہے، بچوں اور مولانا کی جلد رہائی کی کوشش کرتے رہے، اس کے باوجود وہ جیل میں ڈالے گئے، اس طرح آپ حالات کی سنگینی کا ادراک واحساس کر سکتے ہیں، ان حالات میں ضروری ہے کہ آپ اپنے حلقے میں مضبوطی سے درج ذیل کام پر توجہ دیں۔

(۱) کوشش کریں کہ چھوٹے بچے بیرون ریاست نہ جائیں اور ان کے گارجین کو تیار کر کے ان کا داخلہ بہار کے معیاری مدارس میں کروا دیا جائے۔

(۲) اگر یہ ممکن نہ ہو تو جس مدرسہ میں وہ داخلہ کے لئے جا رہے ہیں وہاں سے سفر سے پہلے داخلہ کی تصدیق نامہ منگوا لیا جائے تا کہ پولیس کے پوچھنے پر اسے دکھا سکیں۔

(۳) جن علاقوں سے بچے جا رہے ہیں وہاں کے گارجین مصدقہ خط دیں کہ یہ لڑکا میرا ہے اور میں برضاو رغبت اسے فلاں جگہ پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہوں، اس خط کو پنچایت کے مکھیا، سرپنچ سے مصدق کروا لیا جائے۔ ان دو کاغذ کی موجودگی میں پولیس کو پکڑنے کا موقع نہیں ملے گا، اگر کاغذات رہتے ہوئے بھی طلباء کے ساتھ ناانصافی اور روک ٹوک ہوتی ہے تو اس کا قانونی جواب دینا چاہئے، مجھے امید ہے کہ آپ اور حلقہ کے ذمہ دار حضرات اس عمل کو یقینی بنائیں گے تا کہ اس موقع کے واردات کو روکا جا سکے اور مسلم سماج کے طلباء، اساتذہ، علما کی جو توہین ہو رہی ہے، اس سے بچنا ممکن ہو سکے گا، امارت شرعیہ ایسے بچوں کے تحفظ کے لئے گرچہ کوشاں ہے اور کوشاں رہے گی؛ کیوں کہ سفر کرنا اور کسی بھی ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا ان کا دستوری حق ہے، بچے کے تحفظ کے نام پر پولیس اور بعض کمیٹیاں جیسے بچپن بچاؤ آندولن وغیرہ قانون اور دستور کی دھجیاں اڑاتے ہوئے عصبیت کی بنیاد پر انہیں تعلیم کے راہوں سے روکتے ہیں، امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ کی قیادت میں امارت شرعیہ وکلاء اور سماجی کارکنان کے تعاون سے ایسے متعصب افسران اور تنظیموں کا قانونی تعاقب کرے گی اور ان کے خلاف جلد مقدمہ درج کرے گی۔

علم کے حصول میں نیت کی درستگی، اخلاص کی پختگی اور عمل میں صالحیت پیدا کئے بغیر کامیابی مشکل: امیر شریعت

نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقعہ سے جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے طلبہ سے حضرت امیر شریعت اور اساتذہ کا خطاب

مؤرخہ 27 / اپریل 2024ء مطابق 17 / شوال المکرم 1445ھ روز سنیچر کو جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقعہ سے خانقاہ رحمانی کی مسجد میں ایک پروقار افتتاحی تقریب منعقد کی گئی جس میں جامعہ رحمانی مونگیر کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تعلیم وتربیت کا گہوارہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر علم حاصل کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں، آپ کا یہاں آنا مبارک ہو، آپ یہاں علم حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں آپ سب سے پہلے اپنی نیت کو درست کیجئے، اپنے اندر اخلاص پیدا کیجئے، اور ہمیشہ علم میں اضافے اور زیادتی کی کوشش کیجئے، اپنے اساتذہ کا احترام کیجئے، ان کی قدر کیجئے، کوئی ایسی حرکت ہرگز نہ کیجئے جس سے استاذ کو تکلیف پہونچے، ایک استاذ کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت پہونچتی ہے جب کوئی طالب علم کلاس سے غائب ہو اور کمرے میں بلا وجہ سو رہا ہو، اور سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب ان کے تمام شاگرد اعلی نمبر سے کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنے اندر تقوی پیدا کیجئے اور ہمیشہ یہ یاد رکھئے کہ ہماری ہر حرکت اور ہر عمل کو اللہ دیکھ رہا ہے اسلئے جو بھی کام کیجئے اللہ کی رضا کیلئے کیجئے اور ہر روز اپنے عمل کو احسن بناتے رہیئے۔ جامعہ رحمانی کے شیخ الحدیث جناب مولانا مفتی محمد اظہر صاحب مظاہری دامت برکاتہم نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ علم میں زیادتی اور عمل میں احسنیت مطلوب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے علم میں زیادتی کی دعا کرتے اور دوسروں کو بھی علم میں زیادتی کی دعا دیتے تھے اور مفتی صاحب نے طلبہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لگاتار محنت کرتے رہنا کامیابی کا ضامن ہے اگر کوئی طالب علم کمزور بھی ہو؛ لیکن اخلاص کے ساتھ پوری محنت کرتا رہے تو ایک وقت آئے گا کہ اللہ اسے اتنا نوازے گا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا، جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات برائے امور طلبہ جناب مولانا محمد خالد رحمانی صاحب نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ طلبہ عزیز جامعہ رحمانی کے نظام کا پاس ولحاظ کیجئے، صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھئے، خاص طور پر دارالاقامہ کی صفائی پر خصوصی دھیان دیجئے، درس کے اوقات کی پابندی کیجئے، اساتذہ سے پہلے درسگاہ حاضر ہو جایئے، درسگاہ کی صفائی کا اہتمام کیجئے، ان سے قبل جامعہ رحمانی کے استاذ جناب مولانا عبدالعلیم رحمانی ازہری صاحب نے اپنے بیان میں جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے بانیان اور سرپرستوں کا ذکر کیا اور خانقاہ رحمانی کے بزرگوں کے تاریخی خدمات سے طلبہ کو روشناس کرایا اور خصوصیت کے ساتھ جامعہ رحمانی مونگیر میں قائم تین نئے شعبوں کا تعارف بھی کرایا جن میں تخصص فی الافتاء، شعبہ صحافت اور شعبہ انگریزی اینڈ پروفیشنل اسکول قابل ذکر ہیں مولانا ازہری نے مزید کہا کہ یہ تمام نئے شعبے موجودہ سرپرست محترم حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور جامعہ رحمانی کے علمی بابوں میں ایک اہم اضافہ ہے، جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ جناب مولانا سیف الرحمن ندوی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے اور اپنے تمہیدی کلمات میں آنے والے جدید طلبہ کے سامنے جامعہ رحمانی کا تعارف کرایا اور ان کا پرزور استقبال کیا اور کہا کہ آپ نے تعلیم کے لئے ملک ہندوستان کا مشہور ومعروف اور مرکزی ادارہ جامعہ رحمانی کا انتخاب کیا ہے، آپ کا انتخاب حسن انتخاب ہے، پروگرام کا آغاز جامعہ رحمانی کے متعلم حافظ محمد نوشاد رحمانی گڈویا کی تلاوت اور مولوی محمد تنویر پورنیہ کے نعتیہ کلام سے ہوا، اس پروگرام میں جامعہ رحمانی کے تمام اساتذہ، منتظمین، کارکنان اور طلبہ نے شرکت کی اور اخیر میں سرپرست محترم حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی دعاء پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

وفاق کے مدارس بہتر تعلیم وتربیت کے عظیم مراکز: مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی

اچھی تعلیم وتربیت اور بہتر نتائج کے لیے وفاق المدارس سے ملحق مدارس کا انتخاب کریں

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے سالانہ امتحانات کے نتائج کا اعلان وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی کے ہاتھوں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عمل میں آیا تھا، اس موقع سے مفتی صاحب نے ان تمام مدارس کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے سالانہ امتحان میں وفاق کا تعاون کیا اور صاف ستھرے ماحول میں امتحانات کی پوری کاروائی کو یقینی بنایا، امسال ۱۴۴۵ھ میں مدارس ملحقہ وفاق کے ۳۳۴۹۸ رطلبہ نے امتحان دیا، عربی ہفتم تک کے طلبہ نے امتحانات میں شرکت کی، جن میں درجہ حفظ کے ۱۱۰۸۰، دینیات اول تا پنجم کے ۲۲۳۸۶ اور عربی اول تا عربی ہفتم کے ۸۳۲ رطلبہ شامل ہیں، جن مدارس ملحقہ نے امتحانات میں شرکت کیا ان میں مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھروارہ دربھنگہ، جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور، مدرسہ چشمہ فیض ململ مدھوبنی، جامعہ عربیہ مقیمیہ سرپنیا مشرقی چمپارن اور الجامعۃ العربیہ سراج العلوم تلاپٹ گنج کے طلبہ کی کارکردگی اچھی رہی، مفتی صاحب نے امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو نیک دعاؤں کے ساتھ مزید محنت سے علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دی، مخلص اساتذہ کرام اور ان کے سرپرستوں کو بھی مبارکباد دی، مفتی صاحب نے فرمایا کہ وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے ملحق مدارس معیاری تعلیم وتربیت کے عظیم مراکز ہیں؛ اس لیے اچھی تعلیم وتربیت اور بہتر نتائج کے لیے اپنے بچوں کو وفاق سے ملحق مدارس میں داخل کریں، آپ ہمیں بچے دیں، ہم ان شاء اللہ انہیں بہتر مستقبل دیں گے، مفتی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ چھوٹے بچوں کو باہر تعلیم کے لیے نہ بھیجیں، انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی پولیس والے بھی انہیں پکڑ کر جیل میں بند کر دیتے ہیں، یقیناً یہ قانونی طور پر غلط ہے؛ لیکن جب تک آپ قانون کی دہائی دے کر عدالت کا رخ کریں گے، بچوں کی حالت غیر ہو چکی ہوگی، امارت شرعیہ نے کئی جگہ ایسے گرفتار شدہ بچوں کو آزاد کرانے میں کامیابی حاصل کی ہے، ہمارے یہاں اچھے اور معیاری مدارس ہیں، ان میں اچھی تعلیم ہوتی ہے؛ اس لیے بچوں کے باہر بھیجنے کا رجحان ختم ہونا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

اسرائیل غیر انسانی جنگ لڑ رہا ہے

ایران نے اسرائیل کو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا ہے تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے ان دونوں کے مابین تناؤ غزہ میں اسرائیلی حملے کے بعد مزید بڑھ گیا۔ اسرائیل گذشتہ کئی برسوں سے ایران کے نیوکلیر سائنسدانوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ اسرائیل حماس کا صفایا کرنے کیلئے کسی بھی بات پر راضی ہونے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ پوری دنیا بدحواس ہو کر اسرائیل کی جارحانہ غنڈہ گردی سے بے بس اور مایوس ہے۔ یوں تو اسرائیل مشرق وسطی میں ایک بدمست ہاتھی کا کردار ادا کرتا چلا آیا ہے۔ مشرق وسطی میں جو معدودے چند لوگ تھے مثلاً قذافی اور صدام حسین جیسے لوگوں کو امریکہ نے ٹھکانے لگا دیا۔ اب کسی عرب ملک میں جان نہیں کہ وہ اس زیادتی کے خلاف اف بھی کر سکے۔ کوئی قوت موجود نہیں جو اس بدمست ہاتھی کے ناک میں سوراخ کر کے اس میں لوہے کی زنجیر ڈال سکے۔ چنانچہ جہاں اس کا جی چاہتا ہے وہاں تباہی مچا دیتا ہے۔ گزشتہ دنوں جب اس نے کسی قسم کی ایرانی چھیڑ خانی کے بغیر دمشق میں ایرانی سفارت خانے پر راکٹ سے حملہ کر دیا۔ اس حملے کا بدمستی کے علاوہ کوئی جواز نہیں تھا۔ ایران نے پچاس ڈرون بم اسرائیل پر چلا دیئے۔ ایران نے یہ بمباری صحیح صحیح ٹھکانوں پر کی۔ اسرائیل کی زمین پر بموں کے داغ نہیں تھے اب کے ایران نے پچاس ڈرون داغ بنا دیئے۔ دنیا میں زلزلہ آ گیا کہ گنگا الٹی بہنا شروع ہو گئی۔ ایران نے بالواسطہ طور پر امریکہ پر یہ بم چلائے ہیں۔ ایران نے کچھ سوچے سمجھے بغیر اسرائیل کو بمباری کا نشانہ نہیں بنایا۔ ایران نے چن چن کر بعض اہم جگہوں پر بمباری کی لیکن اب اگر اسرائیل یہ کہتا ہے کہ اس کا کافی نقصان ہوا ہے تو یہ بات اس کے خلاف جاتی چنانچہ اس نے کہا ہمارا معمولی نقصان ہوا ہے۔

اسرائیل نے اکتوبر سے لے کر اب تک 33483 افراد شہید کر دیئے۔ جن میں زخمی افراد کی تعداد 77000 سے کچھ زائد ہے۔ بیوہ خواتین کئی ہزار ہیں۔ یتیم بچوں کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ جو ظلم اسرائیل نے کیا وہ ظلم جرمنوں نے بھی یہودیوں پر نہیں کیا تھا۔ فلسطین کے عربوں نے یہودیوں کے ساتھ کوئی اسرائیل جیسی زیادتی نہیں کی۔ اس بات کا جواز سمجھ میں نہیں آتا کہ اسرائیل عربوں پر بدترین تشدد بھی کرتا ہے اور پھر دہشت گردی کا الزام بھی ان مسکینوں پر لگا دیتا ہے۔ یہودیوں کی تاریخ کی یہ پہلی ایسی جنگ ہے جس میں یہودی عوام سڑکوں پر نکلے اور انہوں نے اپنی حکومت کے خلاف کھل کر نعرے لگائے اور اپنا احتجاج سر عام رجسٹر کرایا۔ یعنی بے بسوں پر اتنا ظلم کیا گیا کہ خود یہودی عوام بھی اسرائیل کی پالیسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مالی اور فلسطینیوں نے اسرائیلی قتال کے خلاف جنگ کے دوران جی بھر کر جانی نقصان اٹھایا، ہم نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونسے رکھی۔ باقی دنیا کو چھوڑیئے ایک طرف ہماری مسلم قیادتیں ایک ہی بیان دیتی ہیں خدا کے نام پر جنگ بند کیجئے۔ اب کوئی پوچھے اسرائیل کے پاس سب کچھ ہے ہر نوع کا جدید اسلحہ اس نے تھام رکھا ہے اور فلسطین کے پاس کیا تھا اور کیا ہے؟ یہ جنگ یک جانبہ قتل و غارت ہے جو فلسطین نے جس بے کسی اور بے بسی کے عالم میں جنگ لڑی اس کا جواب نہیں۔ یہ عام بہادری سے کچھ اوپر کا درجہ ہے، کسی امداد اور اسرائیل کے جوابی اسلحے کے بغیر فلسطینیوں نے اپنے سینے پر گولیاں کھا کر جنگ لڑی ہے اور اب تک لڑ رہے ہیں۔ چاروں طرف سے کوئی امداد نہیں کسی جانب سے کوئی حمایت حاصل نہیں۔ ایرانی حملے کے بعد اسرائیل یہی کہے جا رہا ہے۔ ایران کا حملہ ناکام ہو گیا۔ پہلی بار اسرائیل کا غرور ٹوٹ کر زمین بوس ہو گیا ہے۔ اب وہ تو یہی کہے گا کہ ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا۔

عرب اسرائیل جنگوں میں برطانیہ کا کردار بڑا نا جائز رہا ہے۔ آج لوگ برطانیہ میں سستی روٹی کو ترستے پھرتے ہیں اور ہمارا ہندی جوان جو سوئے اتفاق سے برطانیہ کے وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہے وہ مائیک پر اچھل اچھل کر بیان دے رہا ہے کہ ہم اسرائیل پر حملے کو برداشت نہیں کریں گے جو بات امریکہ خود کہنے سے اجتناب کرتا ہے وہ برطانیہ کے منہ سے کہلواتا ہے یہ پرائی کسی مقرر ہے اسے اچھلنے کودنے سے گریز کرنا چاہئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اسرائیل جنگ سے کونسے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ تیل تو فلسطین کے پاس ہے نہیں، نہ ہی دنیا کی کوئی اور دھات مثلاً سونا، تانبا اور دیگر دھاتیں جس کے لئے وہ یہ خونیں جنگ لڑ رہا ہے؟ وہ کونسی ایسی دھات ہے جس کا اسرائیل کو علم ہے لیکن دنیا کو علم نہیں ہے وہ راز کیا ہے جس پر یہ جنگ لڑی جا رہی ہے۔ دوسری جانب فلسطین ہے وہ بھی خاموشی سے ان گنت قربانیاں دے رہا ہے۔ اسرائیل کے جنگ کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ سرزمین فلسطین کو اسرائیل میں ضم کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل اس لئے یہ غیر انسانی جنگ لڑ رہا ہے کہ اس کا قومی اور مذہبی مقصد اس خطے میں ایک یہودی ریاست بنانا ہے۔ ادھر یہی حالت فلسطینیوں کی ہے وہ اسرائیل کے مقصد سے بخوبی آگاہ ہیں لہٰذا وہ اپنی سرزمین چھوڑنے پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب تک ایک بھی فلسطینی زندہ ہے فلسطینی مٹی پر یہودی ریاست کو نہیں بننے دے گا یہ جنگ سرزمین پر ہے اس لئے اس میں زیادہ شدت ہے۔ فلسطینیوں کا فیصلہ یہ ہے کہ ہجرت سے موت زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا وہ کسی صورت اسرائیل کی ریاست میں ضم نہیں ہوں گے۔ یہ انضمام کی جنگ ہے۔ اسرائیل اپنا زور اس لئے لگا رہا ہے۔ تمام جمہوریت پسندوں اور مسلم ممالک کو اس موقع پر اکٹھا ہونا پڑے گا تا کہ اسرائیل کسی صورت میں جبری طور پر فلسطین کو اسرائیل میں شامل نہ کر سکے۔ (اداریہ روزنامہ تاثیر 28 اپریل 2024)

2024 کے عام انتخابات- مستقبل کے تعین کی لڑائی

سراج نقوی

2024 کے پارلیمانی انتخابات کے تین مرحلے گزر چکے ہیں۔ ان تینوں مرحلوں کی پولنگ سے جو اشارے مل رہے ہیں وہ بی جے پی اور آر ایس ایس دونوں کے لیے اطمیان بخش نہیں ہیں، بلکہ اس کے برعکس پریشان کن ہیں لیکن اسے کیا کہیے کہ وزیر اعظم مودی اور ان کی پارٹی اب بھی ووٹوں کی طاقت کے مقابلے میں اقتدار کی طاقت اور جبر کو ہتھیار بنا کر الیکشن جیتنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

مودی سرکار نے جمہوریت کے ذریعہ ملی اقتدار کی طاقت کو کس طرح جبر کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اس پر اگر تفصیلی گفتگو کی جائے تو ایک مضمون نہیں بلکہ کئی ضخیم کتابوں میں بھی اس موضوع کو سمیٹنا مشکل ہوگا لیکن رواں انتخابی عمل کے دوران ہندوتو کے لیباریٹری گجرات کے سورت اور اندرون پارلیمانی حلقے سے ایک ایسی خبر سامنے آئی ہے کہ جس نے واضح کر دیا ہے کہ مودی اور بی جے پی کی طاقت اب عوامی حمایت نہیں رہ گئی ہے، بلکہ حکومت سے عوام کی جمہوری ناراضگی کو جبر کے سہارے رضامندی میں بدلنے کی بزدلانہ کوششیں ہو رہی ہیں۔ آمریت اگر جمہوریت کا لباس پہن کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنے لگے اور یہ بھی ہندوستان جیسی دنیا کی بڑی جمہوریت میں ہو رہا ہو تو پھر ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنی تمام تر طاقت اور صلاحیت کے ساتھ ایسی آمریت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، اور اختیار یعنی جمہوریت کو جبر یعنی آمریت میں بدلنے کی کوشش کرنے والوں کے نیچے سے مسند اقتدار کھینچ کر انھیں ان کی اوقات بتا دے۔ اختیار کو جبر کا یرغمال بنانے والوں کے خلاف ایسا کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ الیکشن صرف دو یا کئی سیاسی ریٹوں کے درمیان جمہوری طور طریقوں سے کسی ایک پارٹی کو اقتدار کے لیے منتخب کرنے کا عمل نہیں ہے، بلکہ حکمراں جماعت کی کارگزاریوں کے سبب یہ جبر اور اختیار کے درمیان ایک جنگ کی شکل لے چکا ہے۔ میں یہاں کسی سیاسی پارٹی کے ذریعہ انصاف دلانے کے وعدوں کا ذکر نہیں کروں گا اس لیے کہ نہ تو انتخابی ضابطہ اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے، اور نہ ایک غیر جانبدار صحافی کو انتخابی عمل کے دوران ایسا کرنا چاہیے۔ لیکن حکمراں جماعت بی جے پی کے ہی زیر اقتدار ریاست گجرات کے سورت پارلیمانی حلقے میں جس طرح بی جے پی امیدوار کو بغیر انتخابی عمل مکمل ہوئے فاتح قرار دے دیا گیا اسے جمہوریت کو آمریت میں بدلنے کی ایک کوشش کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ یہ بات صرف اس لیے باعث تشویش نہیں ہے کہ سورت کے ضلع کلکٹر نے بطور ریٹرننگ آفیسر بی جے پی امیدوار کو کس طرح اور کس قانون کے تحت فاتح قرار دے دیا، بلکہ اس پورے معاملے میں بی جے پی کے قومی جنرل سکریٹری ونود تاوڑے نے جو بیان دیا ہے وہ بی جے پی اور گجرات میں حکومت کے کارندوں کی جانبداری کی پول کھولتا ہے۔ ونود تاوڑے نے گزشتہ 23 اپریل کو میڈیا سے بات چیت میں یہ اعتراف کیا کہ بی جے پی نے سورت میں آزاد امیدواروں سے اپنا نام واپس لینے کے لیے کہا تھا۔ اس کے بعد ہی بی جے پی کے سورت سے لوک سبھا امیدوار مکیش دلال کو بلا مقابلہ منتخب مان کر انھیں فاتح کا سرٹیفکیٹ دے دیا گیا۔ دراصل بی جے پی امیدوار کے فاتح قرار پانے پر ایک صحافی نے تاوڑے سے سوال کیا تھا کہ ”کیا بی جے پی سیاسی سطح پر اتنا گر گئی ہے؟“ اس پر تاوڑے کا جواب تھا کہ ”ہم نے آزاد امیدواروں سے اپنے پرچہ نامزدگی واپس لینے کی گزارش کی تھی اور انھوں نے نام واپس لے لیے، اس میں سیاسی سطح کی گراوٹ جیسی کیا بات ہے؟“ تاوڑے سے یہ بھی پوچھا گیا کہ کیا بی جے پی نے امیدواروں سے نام واپس لینے کے لیے رابطہ قائم کیا تھا، تو ان کا جواب تھا کہ وہ تمام امیدواروں سے ان کے پرچہ نامزدگی داخل کرنے سے قبل ہی نام واپس لینے کے لیے رابطہ کر رہے تھے۔ تاوڑے کا یہ بیان دراصل بی جے پی کی انتخابی حکمت عملی کا سیاہ سچ سامنے رکھتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ پارٹی کسی طرح اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لیے اپنے مخالفین پر دباؤ بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے، اور جمہوری اقدار کا خون کیا جا رہا ہے۔

جس طرح الیکشن کمیشن مودی کے مسلمانوں سے متعلق متنازعہ بیان سمیت دیگر معاملات میں حکمراں جماعت کے سامنے سرنگوں نظر آتا ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ امید کرنا لاحاصل ہی ہے کہ سورت کے معاملے میں وہ کوئی ایسی کارروائی کریگا کہ جس سے اس حلقے کے ووٹروں کو ووٹ ڈالنے کا وہ حق واپس مل سکے کہ جو بی جے پی نے ان سے بالواسطہ طور پر چھین لیا ہے۔ ہر چند کہ بلا مقابلہ انتخاب کے واقعات اس سے پہلے بھی ہوئے ہیں لیکن زیر بحث معاملے میں واقعات کا تسلسل یا کانگریس کے جے رام رمیش کی زبان میں کہیں تو ”کرونولوجی“ یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہوا اور اس میں جمہوری اقدار کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ اس معاملے پر کانگریس کی طرف سے اپنے رد عمل میں جو ”کرونولوجی“ یا سازش کے نکات جے رام رمیش نے پیش کیے ہیں، ان کے مطابق پہلے سورت کے ضلع مجسٹریٹ اور ریٹرننگ آفیسر نے کانگریس کے امیدوار نیلیش کمبھائی کا پرچہ نامزدگی اس بنا پر رد کیا کہ مبینہ طور پر اس میں دیے گئے ”تین تجویز کنندگان کے دستخط تصدیق میں غلط پائے گئے ہیں“ کانگریس کی طرف سے متبادل امیدوار کے طور پر پرچہ نامزدگی داخل کرنے والے سریش پڈسالا کا پرچہ نامزدگی بھی اسی طرح کے بہانوں سے خارج کر دیا گیا۔ ظاہر ہے اب میدان میں صرف آزاد امیدوار رہ گئے تھے۔ خطرہ یہ تھا کہ اگر ان میں کسی امیدوار کی کانگریس نے حمایت کر دی تو بازی پلٹ سکتی ہے اور جمہوریت کے اغوا کرنے کا جو کھیل شروع کیا گیا ہے اس میں بی جے پی کو منہ کی کھانی پڑ سکتی ہے۔ اس لیے آزاد امیدواروں سے پرچہ نامزدگی واپس لینے کی ”درخواست“ کی گئی۔ اب یہ بات قارئین خود طے کر سکتے ہیں کہ بی جے پی کے درخواست کرنے کا مطلب جبر ہوتا ہے، روپئے دیکر منہ بند کرنے کی کوشش ہوتا ہے یا پھر مختلف طریقوں سے اپنے مخالفین کو قانون کے پھندے میں پھنسانا ہوتا ہے۔ بہرحال اس مبینہ درخواست کے بعد کس میں اتنی جرأت تھی کہ بی جے پی امیدوار کے خلاف الیکشن لڑنے کا حوصلہ دکھاتا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ بی جے پی امیدوار کو ریٹرننگ آفیسر نے بلا مقابلہ فاتح قرار دے دیا اور اس طرح اختیار کو جبر کے سہارے چھین لینے کی کوشش کامیاب ہو گئی۔ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ بی جے پی کا ایک امیدوار بلا مقابلہ منتخب ہو گیا، مسئلہ یہ ہے کہ اس بلا مقابلہ انتخاب کے لیے جن طریقوں کا سہارا لیا گیا وہ آئین اور قانون کی رو سے کس حد تک درست ہیں؟ کیا قانون کسی کو بھی اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ انتخابی عمل شروع ہونے کے بعد کوئی پارٹی کسی دوسری پارٹی یا کسی آزاد امیدوار سے یہ درخواست کرے کہ وہ اپنا پرچہ نامزدگی واپس لے لے؟ بھلے ہی اس میں جبر کا شائبہ تک نہ ہو، اور زیر نظر معاملے میں تو جبر کا شائبہ نہیں بلکہ بڑی حد تک حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنی ”درخواست“ کو یقینی بنانے کیلئے بی جے پی نے کیا ہتھکنڈے اپنائے ہوں گے۔ کیا کانگریس کے اصل اور متبادل امیدوار کے پرچہ نامزدگی کا رد ہو جانا محض اتفاق ہو سکتا ہے، اور وہ بھی گجرات جیسی ریاست میں جہاں بی جے پی کی کارگزاریاں پورے ملک کے سامنے ہیں؟ کیا بی جے پی نے جن آزاد امیدواروں سے پرچہ نامزدگی واپس لینے کی درخواست کی ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جس نے اس ”درخواست“ کو ٹھکرانے کا حوصلہ دکھایا ہوگا؟ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر جبر و استحصال سے جڑے بہت سے سوالات کے جواب از خود مل جاتے ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ

انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں اور اس کے امیدوار......

مظاہر حسین عماد قاسمی

کیرالہ میں انڈیا اتحاد : کیرالہ میں دو محاذ (فرنٹ) ہیں، یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ اور لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ، یہ دونوں فرنٹ انیس سو ستہتر (1977) سے شروع ہوا اور انیس سو بیاسی (1982) تک مضبوط ہوا، انیس سو بیاسی سے دو ہزار اکیس تک ان دونوں محاذوں نے باری باری پانچ پانچ سال حکومت کی ہے، مثلاً انیس سو بیاسی سے ستاسی تک یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی حکومت تھی تو ستاسی سے اکیانوے تک لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کی حکومت تھی اور پھر انیس سو اکیانوے سے چھیانوے یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی حکومت تھی، اسی طرح دو ہزار اکیس تک یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر دو ہزار اکیس میں یہ سلسلہ ٹوٹ گیا، دو ہزار سولہ اور دو ہزار اکیس میں لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کی حکومت بن گئی، دو ہزار اکیس میں کامیاب ہوکر پانچ سال یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ اور پانچ سال لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کی حکومت کے سلسلے کو توڑ دیا، یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی سب سے بڑی پارٹی انڈین نیشنل کانگریس ہے اور دوسری بڑی پارٹی انڈین یونین مسلم لیگ ہے، جب کہ لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کی سب سے بڑی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ ہے اور دوسری بڑی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا ہے اور دونوں محاذ کے ساتھ مزید چھوٹی چھوٹی کئی پارٹیاں ہیں، دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخاب میں یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ سے چار اور لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ سے تین پارٹیاں میدان میں ہیں اور یہ دونوں محاذ آمنے سامنے ہیں اور اس طرح کل بیس نشستوں کے لیے انڈیا اتحاد کے چالیس امیدوار ہیں۔

یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں سیٹوں کی تقسیم: کیرل میں لوک سبھا کی کل بیس نشستیں ہیں، یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی پارٹیوں میں سے سب سے بڑی پارٹی انڈین نیشنل کانگریس نے سولہ نشستوں پر اپنے امیدوار اتارے ہیں، دو پر مسلم لیگ کے اور ایک ایک پر ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی (آر ایس پی) اور کیرالہ کانگریس کے امیدوار ہیں۔

لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ میں سیٹوں کی تقسیم: کیرل میں لوک سبھا کی کل بیس نشستیں ہیں، لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ کی پارٹیوں میں سے سب سے بڑی پارٹی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ نے پندرہ نشستوں پر اپنے امیدوار اتارے ہیں، چار پر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے اور ایک پر کیرالہ کانگریس مانی کے امیدوار ہیں۔

دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخابات میں شامل انڈیا اتحاد کی کیرل کی پارٹیوں میں انڈین نیشنل کانگریس اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ نیشنل پارٹیاں ہیں ان کا تعارف اوپر گذر چکا، اس کے علاوہ انڈین یونین مسلم لیگ ہے، انڈین یونین مسلم لیگ (مختصر طور پر IUML یا مسلم لیگ) ایک مسلم سیاسی جماعت ہے جس کا زیادہ اثر بنیادی طور پر کیرالہ میں ہے، اسے الیکشن کمیشن آف انڈیا نے کیرالہ میں ریاستی پارٹی کے طور پر تسلیم کیا ہے، انڈین یونین مسلم لیگ کا مخفف آئی یو ایم ایل ہے، اس کے آل انڈیا صدر دو ہزار سترہ سے تمل ناڈو سے تعلق رکھنے والے کے ایم قادر محی الدین ہیں اور اس کے چیئرپرسن کیرل سے تعلق رکھنے والے سید صادق علی شہاب تھنگل ہیں اور سکریٹری پی کے کنہالی کٹی ہیں اور اس کے لوک سبھا لیڈر ای ٹی محمد بشیر اور راجیہ سبھا لیڈر پی وی عبدالوہاب ہیں اور اس کے بانی ایم محمد اسماعیل صاحب مرحوم ہیں۔

انڈین یونین مسلم لیگ کی سیاسی طاقت: پارٹی کے پاس اس وقت پارلیمنٹ میں چار ممبران ہیں، لوک سبھا میں کیرالا سے ای ٹی محمد بشیر صاحب اور ایم پی عبدالصمد صمدانی صاحب ہیں اور تمل ناڈو سے کنی کے نواز صاحب ہیں، اور پی وی عبدالوہاب راجیہ سبھا میں ہیں اور کیرالہ ریاستی قانون ساز اسمبلی میں پندرہ ممبران ہیں اور تمل ناڈو میں تین ممبران اسمبلی ہیں، کیرالہ اور تمل ناڈو کے علاوہ انڈین یونین مسلم لیگ کے پانڈیچیری، مہاراشٹرا، کرناٹک، اتر پردیش اور آسام میں ممبران اسمبلی رہ چکے ہیں، مغربی بنگال میں، لیگ نے 1970 کی دہائی میں اسمبلی کی نشستیں جیتی تھیں اور اے کے اے حسن زماں اجوئے مکھرجی کی کابینہ کے رکن تھے۔

دو ہزار چوبیس میں انڈین یونین مسلم لیگ کے امیدوار: دو ہزار چوبیس میں انڈین یونین مسلم لیگ کے کل تین امیدوار ہیں جو انڈیا اتحاد کا حصہ ہیں اور یہ تینوں امیدوار سیٹنگ ممبران لوک سبھا بھی ہیں۔ 1- پونانی کیرالہ سے ای ٹی بشیر (یکم جولائی 1946) ہیں وہ دو ہزار نو، دو ہزار چودہ اور دو ہزار انیس میں بھی پونانی سے منتخب ہوئے تھے اور اس سے قبل وہ انیس سو چھیاسی تا ستاسی اور انیس سو اکیانوے تا دو ہزار چھ کل سترہ سال کیرالا اسمبلی کے ممبر تھے اور انیس سو اکیانوے تا چھیانوے اور دو ہزار چار تا دو ہزار چھ کل سات سالوں تک کیرل کے وزیر تعلیم تھے۔ 2- ایم پی عبدالصمد صمدانی (یکم جنوری 1959) دو مئی دو ہزار اکیس سے ملپورم لوک سبھا حلقے سے ممبر لوک سبھا ہیں، وہ سابق ریاستی وزیر تجارت و اوقاف وغیرہ پی کے کنہالی کٹی (یکم جنوری 1951) کے استعفیٰ کے بعد ضمنی انتخاب میں منتخب ہوئے تھے، دو ہزار چوبیس میں بھی ایم پی عبدالصمد صمدانی ہی ملپورم سے مسلم لیگ کے امیدوار ہیں، عبدالصمد صمدانی انیس سو چورانوے سے دو ہزار چھ تک کل دو ٹرم راجیہ سبھا کے ممبر رہ چکے ہیں، اور دو ہزار گیارہ سے دو ہزار سولہ تک کیرالا اسمبلی کے بھی ممبر رہ چکے ہیں، عبدالصمد صمدانی صاحب عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں، صمدانی صاحب نے منموہن سنگھ، سونیا گاندھی، راہول گاندھی، فاروق عبداللہ، غلام نبی آزاد، کپل سبل، منی شنکر آئر، ملائم سنگھ یادو، نتیش کمار، کرن سنگھ، گلزار، راج ببر، مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تقاریر کا ترجمہ کیا ہے، وہ مشہور مقرر بھی ہیں، کیرل میں علامہ اقبال مرحوم اور مجدد سرہندی رح کے عاشق ہیں، سیرت کے موضوع پر ان کی تقاریر بہت مقبول ہیں۔ 3- کنی نواز (Kani Nawas) رامناتھ پورم تمل ناڈو سے دو ہزار انیس میں منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چوبیس میں بھی رامناتھ پورم سے کنی نواز ہی امیدوار ہیں۔

انڈین یونین مسلم لیگ کا قیام: تقسیم ہند کے چھ ماہ پچیس دن کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے ارکان نے 10 / مارچ 1948 کو مدراس میں ایک میٹنگ کی اور اس میں آل انڈیا مسلم لیگ کا نام اور دستور بدلنے کا فیصلہ کیا گیا اور پارٹی کا نیا نام انڈین یونین مسلم لیگ رکھا گیا اور اس کے دستور کی تکمیل یکم ستمبر انیس سو اکیاون کو ہوئی، انڈین یونین مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کی دشمنی دوستی میں کیسے تبدیل ہوئی؟ یکم نومبر انیس سو چھپن کو کیرلا کی تشکیل عمل میں آئی اور اٹھائیس فروری اور گیارہ مارچ انیس سو ستاون کو کیرالا کی ایک سو چھبیس رکنی پہلی اسمبلی کے انتخابات ہوئے، اس انتخاب میں مسلم لیگ نے جن نائیک جے پرکاش نارائن کی پارٹی پرجا سوشلسٹ پارٹی سے اتحاد کیا، پینسٹھ سیٹوں پر پرجا سوشلسٹ پارٹی کے امیدوار تھے اور انیس پر مسلم لیگ کے، پرجا سوشلسٹ پارٹی کے نو امیدوار کامیاب ہوئے اور مسلم لیگ کے آٹھ امیدوار کامیاب ہوئے، یہ تمام امیدوار بطور آزاد کامیاب ہوئے تھے، انڈین نیشنل کانگریس کو صرف تینتالیس نشستیں ملیں، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کو ساٹھ سیٹیں ملیں اور اس نے پانچ آزاد ممبران اسمبلی کی مدد سے پانچ اپریل انیس سو ستاون کو حکومت بنائی، مگر یہ حکومت سوا دو سال اور پچیس دن ہی چل سکی، جواہر لعل نہرو کی مرکزی سرکار نے اسے اکتیس جولائی انیس سو انسٹھ کو برخواست کر کے صدر راج نافذ کر دیا، کیرالا اسمبلی کے پہلے انتخاب سے ہی انڈین نیشنل کانگریس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بغیر سہارے کے کیرل پر حکومت نہیں کر سکتی، اس لیے فروری انیس سو ساٹھ میں منعقد کیرالا اسمبلی کے دوسرے عام الیکشن میں پرجا سوشلسٹ پارٹی، مسلم لیگ اور دیگر چھوٹی پارٹیوں سے اتحاد کیا، اس الیکشن میں کانگریس نے اسی، پرجا سوشلسٹ پارٹی نے تینتیس اور مسلم لیگ نے بارہ امیدوار اتارے تھے، کل ایک سو چھبیس رکنی اسمبلی میں کانگریس کے تریسٹھ امیدوار کامیاب ہوئے اور اسے بیس سیٹوں کا فائدہ ہوا، پرجا سوشلسٹ پارٹی کے بیس امیدوار کامیاب ہوئے، اور اسے گیارہ سیٹوں کا فائدہ ہوا، مسلم لیگ کے بارہ امیدواروں میں گیارہ کامیاب ہوئے، اور اسے تین سیٹوں کا فائدہ ہوا، حکومت سازی کے لیے صرف چونسٹھ ارکان کی ضرورت تھی اور ان تینوں پارٹیوں کے ارکان کی تعداد چورانوے تھی، کانگریس اور مسلم لیگ کی دشمنی بہت پرانی تھی، انیس سو ستاون میں ترور، ضلع ملپورم میں وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے مسلم لیگ کو مردہ گھوڑا کہا تھا، جس کے جواب میں مسلم لیگی رہنماؤں نے مسلم لیگ کو سویا ہوا شیر کہا تھا اور انیس ستاون میں ہی اسمبلی کی آٹھ سیٹیں جیت کر مسلم لیگ نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ مردہ گھوڑا نہیں ہے، انیس سو ساٹھ میں کانگریس کے ساتھ اتحاد کر کے مسلم لیگ کو یہ فائدہ ہوا، کہ اس کے ایک معزز رکن ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب ممبر راجیہ سبھا منتخب ہو گئے، ایک رکن راجیہ سبھا کو منتخب کرانے کے لیے کم از کم چالیس نشستوں کی ضرورت تھی، مگر کانگریس کی مدد سے گیارہ رکنی مسلم لیگ بھی اپنا ایک راجیہ سبھا رکن منتخب کرانے میں کامیاب ہو گئی، پرجا سوشلسٹ پارٹی اور کانگریس نے مل کر حکومت بنائی تھی اور مسلم لیگ کو صرف اسپیکر کا عہدہ ملا تھا، مسلم لیگ یہ محسوس کر رہی تھی کہ کانگریس اسے نظر انداز کر رہی ہے اور اسے ہماری ضرورت نہیں ہے، اس لیے ایک ڈیڑھ سال کے اندر ہی وہ کانگریس کی حکمراں اتحاد سے الگ ہو گئی، مارچ انیس سو پینسٹھ میں ہوئے کیرل کے تیسرے اسمبلی انتخاب میں مسلم لیگ کا کسی کے ساتھ بھی اتحاد نہیں ہوا اور اس انتخاب کے بعد کوئی بھی پارٹی حکومت نہیں بنا سکی، اس انتخاب میں مسلم لیگ نے پندرہ امیدوار اتارے تھے، اور اس کے چھ امیدوار کامیاب ہوئے تھے، فروری انیس سو سڑسٹھ میں ہوئے کیرل کے چوتھے اسمبلی انتخاب میں مسلم لیگ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کے قائم کردہ سات رکنی اتحاد کا حصہ بنی، اس انتخاب میں مسلم لیگ نے پندرہ امیدوار اتارے تھے، اور اس کے چودہ امیدوار کامیاب ہوئے تھے، انیس سو سڑسٹھ سے انیس سو ستہتر مسلم لیگ کمیونسٹ پارٹی کی اتحادی بنی رہی اور ان دس سالوں تک کمیونسٹ وزیر اعلیٰ کی حکومتوں کا حصہ رہی، انیس سو ستہتر سے آج تک وہ کانگریس کی زیر قیادت یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کی دوسری بڑی پارٹی ہے، انیس سو ستہتر آتے آتے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔

انڈین یونین مسلم لیگ کیرل کی حکومتوں میں: انڈین یونین مسلم لیگ نے پہلی بار 1967 میں کیرالا میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کی قیادت میں متحدہ محاذ کے حصے کے طور پر کیرالہ حکومت میں وزارت حاصل کی، انیس سو انہتر میں جب کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے درمیان اختلاف شدید ہو گئے، تب انڈین یونین مسلم لیگ نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی حمایت کی اور اس کے لیڈر سی اچیوتا مینن کی وزارت میں انیس سو انہتر تا انیس سو ستر اور انیس سو ستر تا انیس سو ستہتر تک کی دونوں حکومتوں میں وزارت حاصل کی، اس طرح انڈین مسلم لیگ انیس سو انہتر سے انیس سو چھہتر تک کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی حلیف رہی اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا انڈین نیشنل کانگریس کی حلیف رہی، انیس سو انہتر سے انیس سو ستہتر تک وزیر اعلیٰ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کا تھا، انیس سو سڑسٹھ میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا اور مسلم لیگ اور دیگر چار پارٹیوں نے مل کر انتخاب لڑا تھا، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کو ایک سو تینتیس رکنی اسمبلی میں باون، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کو انیس اور مسلم لیگ کو چودہ سیٹیں ملی تھیں، مگر یہ تمام پارٹیاں انیس سو انہتر میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ کے خلاف ہو گئیں اور پھر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے لیڈر سی اچیوتا مینن کی قیادت میں حکومت بنی جس کو انڈین نیشنل کانگریس کی بھی حمایت حاصل تھی، انیس سو ستر میں وسط مدتی انتخابات ہوئے، جس میں کانگریس کو تیس، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کو سولہ اور مسلم لیگ کو گیارہ سیٹیں ملیں اور ان کی حکومت بنی

یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شمولیت: مسلم لیگ نے 1976 میں کانگریس کے ساتھ اتحاد کیا، مسلم لیگی رہنما سی ایچ محمد کویا مرحوم نے 12 / اکتوبر سے 1 / دسمبر 1979 تک کیرالہ کے وزیر اعلیٰ کے طور پر خدمات انجام دیں، مسلم لیگ نے 1979 / 80 میں کانگریس (اندرا) کی قیادت والی یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ میں شمولیت اختیار کی۔

کیرالا کی اسمبلیوں میں مسلم لیگ کی نمائندگی: پہلی اسمبلی فروری انیس سو ستاون میں ہوئی جس میں کل اسمبلی نشستیں ایک سو چھبیس تھیں، مسلم لیگ نے انیس سو ستاون کے اسمبلی الیکشن میں پرجا سوشلسٹ پارٹی سے اتحاد کیا، انیس سیٹوں پر امیدوار اتارے اور آٹھ نشستوں پر کامیابی حاصل کی، دوسری اسمبلی فروری انیس سو ساٹھ میں ہوئی جس میں کل اسمبلی نشستیں ایک سو چھبیس تھیں، مسلم لیگ نے انیس سو ساٹھ کے اسمبلی الیکشن میں پرجا سوشلسٹ پارٹی اور انڈین نیشنل کانگریس سے اتحاد کیا، بارہ سیٹوں پر امیدوار اتارے اور گیارہ نشستوں پر کامیابی حاصل کی، مسلم لیگ کو وزارت میں شامل نہیں کیا گیا؛ البتہ اس کے ایک رکن ابراہیم سلیمان سیٹھ کو راجیہ سبھا ممبر بنا دیا گیا اور ایک رکن کے ایم سیدی صاحب کو اسپیکر بنا دیا گیا، وہ بائیس فروری انیس سو ساٹھ سے اپنی وفات سترہ اپریل انیس سو اکسٹھ تک کیرالا اسمبلی کے اسپیکر رہے، سیدی صاحب کی وفات کے بعد مسلم لیگ کے ایک رکن سی ایچ محمد کویا کو اسپیکر بنایا گیا، وہ نو جون انیس سو اکسٹھ سے دس نومبر انیس سو اکسٹھ تک کیرالا اسمبلی کے اسپیکر رہے (جاری)

Scanned with CamScanner

مخلوط نظام تعلیم کے نقصانات

مولانا سید آصف ملی ندوی

وطن عزیز میں ملت اسلامیہ ہند یہ ان دنوں جن سنگین اور تشویشناک مسائل سے دوچار ہیں ان میں سب سے اہم اور بڑا مسئلہ تعلیم یافتہ یا زیر تعلیم مسلم بچیوں کے غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ اختلاط اور ناجائز تعلقات، شادیوں اور ان کے ساتھ فرار ہونے کے مسائل ہیں، گذشتہ ایک مختصر عرصے کے دوران ملک کے مختلف گوشوں سے سیکڑوں مسلم بچیوں کے دین ومذہب کو خیر باد کہہ کر گھروں سے بھاگ جانے کی روح فرسا خبریں مسلسل غیرت اسلامی کو منھ چڑا رہی ہیں اور ہم ہیں کہ اس تشویشناک صورتحال پر سوائے کف افسوس کے کچھ بھی نہیں کر پا رہے ہیں، بہت ہو گیا تو رائے زنی اور تبصروں کا ایمانی فریضہ ادا کر کے اس فتنہ کی سرکوبی کا ''مجاہدانہ کام'' انجام دے رہے ہیں؛ جب کہ صورت حال کی سنگینی کا تقاضہ ہے کہ ہم اس کے اسباب ومحرکات کو تلاش کر کے ان کا سدِ باب کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں جن پر مستقل ومفصل خامہ فرسائی کی جا سکتی ہے، سردست اس فتنہ کے ایک بنیادی اور اہم ترین سبب کو ذکر کرتا ہے جس کو مغرب نے اور سرمایہ دارانہ نظام اور سامراجیت کو پوری دنیا پر تھوپنے والوں نے مستقل ومنظم منصوبہ بندی کے ذریعے پوری دنیا میں رائج و نافذ کیا ہے اور وہ ہے ہماری تعلیم گاہوں اسکولوں اور کالجوں میں رائج مخلوط نظام تعلیم (Education System-Co) جو ایک ایسا سمِ قاتل ہے جس نے ملت اسلامیہ کی نوجوان نسل کے اندر سے غیرت ایمانی اور حیا وشرافت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔

دراصل مغرب نے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو دنیا سے دیس نکالا دینے کے لیے مسلمانوں کو زیر کرنے یا انھیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی بجائے تعلیم کے نام پر ان کی عقلوں اور مزاجوں کو مسخر کرنے کا کام کیا، جس کے ذریعے وہ ایک ایسی نسل تیار کرنا چاہتا تھا جو رنگ ونسل کے اعتبار سے اگرچہ مسلمان ہو؛ مگر افکار ونظریات اور مزاج ومذاق کے اعتبار سے پوری طرح مغرب کی فکر ونظر سے ہم آہنگ ہو۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''یہ مغربی نظام تعلیم درحقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے اور خاموش قسم کی نسل کشی کے مرادف تھا، عقلائے مغرب نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقے کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لیے جا بجا مراکز قائم کیے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا'' (مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش)۔ حضرت اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے فرعون کے بنی اسرائیل کے نومولود بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ظالمانہ کاروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

گویا فرعون ایک دقیانوس شخص تھا، اگر اس کو ہامان کی بجائے میکالے جیسا زیرک اور دوراندیش مشیر ملتا تو وہ ضرور اس سے کہتا کہ جہاں پناہ! آپ اپنی سلطنت کی بقا کے لیے ان چند سو بچوں کا گلا گھونٹ کر زمانہ بھر کی رسوائی وبدنامی کیوں اپنے سر لیتے ہیں؟ اس سے تو کئی گنا بہتر ہے کہ آپ ان کے درمیان ایک ایسا نظام تعلیم رائج کر دیجیے جس کے ذریعے وہ فکری موت مر جائیں اور آپ کی حکومت وسلطنت کے لیے خطرہ نہیں؛ بلکہ مدد ومعاون ثابت ہوں۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ انگریز جب ہمارے ملک پر غاصبانہ قابض ہوئے تو ان کا یہی خیال تھا کہ یہ ہندوستانی قوم اپنی تعلیم حاصل کر کے ہمارے اقتدار کے لیے خطرہ بن جائے گی؛ چنانچہ ان انگریزوں اور استعماری قوتوں نے اس ملک میں ایک ایسا مسموم نظام تعلیم نافذ کیا جس کے ذریعے انہوں نے ہماری نسلوں کی فکری وروحانی موت کا ایسا منظم منصوبہ تیار کیا جس کی تمام تر بنیاد انکار الوہیت اور خود غرضی وقوم پرستی پر رکھی گئی۔ اسلام کی نظر میں علم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنے پیدا کرنے والے خالق ومالک کی معرفت حاصل ہو، اس کو شعور وآگہی حاصل ہو، اس کے اندر تحقیق وجستجو کی صلاحیت پیدا ہو، وہ تہذیبی اقدار سے آراستہ ہو، انسان صحیح معنی میں انسان بن جائے، اس کے اندر خود احتسابی، ایثار وہمدردی، اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا احساس پیدا ہو؛ جب کہ مغربی تعلیم کی بنیاد انکار الوہیت اور خود غرضی وقوم پرستی پر مبنی ہے، اس میں اپنی ذات کے لیے خود احتسابی یا دوسروں کے لیے ایثار وہمدردی کا کوئی تصور نہیں ہے، تہذیبی اقدار، شرافتِ نفس اور حیا وپاک دامنی کے لیے اس نظام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

مغربی نظام تعلیم اور خصوصاً مخلوط نظام تعلیم چونکہ دین فطرت اسلام کے دیے گئے اصول وقوانین تعلیم کو نظر انداز کر کے؛ بلکہ اس کو ختم کرنے کے مقصد سے ترتیب دیا گیا ہے، لہٰذا جہاں کہیں بھی یہ نظام تعلیم نافذ کیا گیا، وہاں اس کے سنگین و مہلک اثرات ونتائج مذہب بیزاری، تہذیب واقدار سے دست برداری اور شہوت رانی وجنسی انارکی ہی کی شکل میں نمودار ہوئے ہیں، اور یہی وہ وجوہات ہیں، جن کی وجہ سے اسلامی تعلیمات میں مخلوط نظام تعلیم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ دین اسلام تعلیم نسواں کا مخالف ہے؛ بلکہ وہ اجنبی مرد اور اجنبی عورتوں کو مخلوط معاشرت سے منع کرتا ہے، وہ مخلوط معاشرے کو نہ عبادات میں پسند کرتا ہے اور نہ ہی معاملات میں، اسلام تعلیم نسواں کو کتنی اہمیت دیتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود رسالت مآب ... نے خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک مخصوص دن مقرر فرمایا تھا جس میں آپ ان کو وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے آپ تشریف نہ لے جا سکتے تو آپ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو ان کی تعلیم کے لیے روانہ فرما دیا کرتے تھے۔ اسلام عورت کو اجنبی مردوں کے ساتھ عدم اختلاط اور پردے کے پورے اہتمام کے ساتھ تعلیم کی اجازت دیتا ہے؛ لیکن وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ صنف نازک کی نسوانیت کے تقدس کی حفاظت کو اس کی تعلیم سے کئی گنا زیادہ اہمیت دیتا ہے، وہ عورتوں کو حصول تعلیم سے منع نہیں کرتا ہے؛ بلکہ حصول تعلیم کے ان طریقوں سے منع کرتا ہے جن کے ذریعے اس کی نسوانیت کا تقدس پامال ہوتا ہو یا اس کی عصمت کے داغ دار ہونے کا خدشہ بھی پیدا ہوتا ہو، اور یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے ملک میں رائج موجودہ مخلوط نظام تعلیم ایک ایسا نظام ہے جو طلباء وطالبات کو ہمہ وقت گمراہی وآوارگی پر ابھارتا رہتا ہے، جس کی تباہ کاریوں اور مضر اثرات کی ایک لمبی فہرست ہے، جس میں سرِفہرست یہ بات ہے کہ وہ ہماری نوخیز نسل اور مستقبل کے معماروں سے سب سے پہلے حیا کی آخری رمق بھی چھین لیتا ہے۔ مخلوط نظام تعلیم کی تباہ کاریوں اور اس کے مضرات کو جاننے کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ مخلوط نظام تعلیم کیا ہے، اس کا آغاز کب اور کیوں ہوا؟ مخلوط نظام تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی مضمون کی تعلیم ایک ہی جگہ، ایک ہی وقت اور ایک ہی طریقے سے لڑکا اور لڑکی دونوں کو بلا تفریق جنس ایک ساتھ دی جائے، نہ کوئی علیحدہ نشست کا نظم ہو، نہ علیحدہ کلاس کا۔ مذہب اسلام میں اس طریقۂ تعلیم کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، یہ لعنت ہمارے پاس مغرب کی اندھی تقلید کے طفیل آئی ہے۔ اس طریقۂ تعلیم کی ابتداء سب سے پہلے 1774ء میں امریکہ میں ہوئی، اس کے بعد 1867ء میں فرانس میں اور 1902ء میں انگلستان میں مخلوط تعلیم کا قانون پاس کیا گیا۔

مخلوط نظام تعلیم (Co-Education System) کے نقصانات:

۱- تعلیمی معیار میں گراوٹ: دنیا کا کوئی بھی کام کامل توجہ اور مکمل یکسوئی کے بغیر بحسن وخوبی انجام نہیں پا سکتا ہے، بعینہٖ یہی معاملہ تعلیم کا بھی ہے کہ اس کے حصول کے لیے کامل توجہ اور مکمل یکسوئی از حد ضروری ہے؛ جب کہ مخلوط نظام تعلیم کے اداروں میں زیر تعلیم طلباء میں سب سے بڑا فقدان اسی ذہنی یکسوئی کا ہوتا ہے۔ وہ صنف مخالف کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہمہ وقت اپنے لب ورخسار، طرز ادا وگفتار، لباس واطوار اور اپنی چال ڈھال کو خوش نما و دیدہ زیب بنانے کے ''کارِ خیر'' میں مگن ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انھیں ذہنی یکسوئی بالکل بھی حاصل نہیں ہو پاتی ہے اور اس کا نتیجہ تعلیمی معیار کی پسماندگی اور گراوٹ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

۲- خوب سے خوب تر نظر آنے کی خواہش: یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت کو یہ پتہ چل جائے کہ کوئی غیر محرم صنف مخالف اس کو دیکھ یا اس کی باتیں سن رہا ہے تو عموماً وہ شخص اس صنفِ مخالف کو لبھانے یا اپنی طرف راغب کرنے کے لیے خود کو خوب سے خوب تر بنا کر پیش کرنے اور اپنے آپ کو منفرد دکھانے کی کوشش کرنے لگ جاتا ہے، یہی صورت حال مخلوط نظام تعلیم میں طلباء وطالبات کی ہوتی ہے کہ وہ تعلیم کے اوقات میں اپنے ہم جماعت ساتھیوں کی نظر میں اپنے آپ کو منفرد بنا کر پیش کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اپنی اس انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لیے وہ اپنا قیمتی وقت، پیسہ اور صلاحیت سبھی کچھ ضائع کرتے رہتے ہیں۔

۳- دوستی وناجائز تعلقات: دینِ اسلام اور اس کی تعلیمات میں اجنبی مرد وعورت یا لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان دوستی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، دینِ اسلام زنا اور حرام کاری کے اس چور دروازہ کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کے اداروں میں زیر تعلیم طلباء وطالبات کا سب سے محبوب مشغلہ صنف مخالف میں دلچسپی لینا، ان سے مذاق ودل لگی کرنا، ایک دوسرے کی توجہ حاصل کرنے یا اپنی طرف راغب کرانے کے مواقع تلاش کرتے رہنا، نوٹس اور درسی مضامین کی یادداشتوں کے تبادلہ کے نام پر تعلقات اور دوستیاں پیدا کرنا ہوتا ہے؛ چنانچہ آج ان اداروں میں یہ صورت حال ہے کہ وہاں کے نوخیز اور کم سن طلباء وطالبات کے درمیان گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ بنانے کی ملعون روایت فیشن زدہ، روشن خیال اور مہذب ہونے کی علامت بن چکا ہے۔

۴- حیاء وجھجک کا ختم ہونا: مخلوط نظام تعلیم کی اس پراگندہ فضا میں جہاں طلباء وطالبات ہمہ وقت گپ شپ، ہنسی مذاق، یاری دل لگی، اور دوستیاں وتعلقات پیدا کرنے میں لگے رہتے ہیں، سب سے بڑی زک اگر کسی چیز پر پڑتی ہے تو وہ حیا وجھجک ہے، اس ماحول میں سب سے پہلے طلباء وطالبات کے دل ونگاہ کی پاکیزگی اور حیا وجھجک کا جنازہ نکل جاتا ہے اور اس کی جگہ بے غیرتی وبے باکی اور بے شرمی وبے حیائی ان کے رگ وپے میں سرایت کر جاتی ہے۔ ان کے آپس کے تعلقات صرف دید تک محدود نہیں رہتے ہیں؛ بلکہ وہ دھیرے دھیرے گفت وشنید، بوس وکنار اور ہم آغوش ہوتے ہوئے وہاں تک جا پہنچتے ہیں جس کو بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے۔

دھیرے دھیرے آپ میرے دل کے مہماں ہو گئے
پہلے جاں، پھر جانِ جاں، پھر جانِ جاناں ہو گئے

مغرب ویوروپ (جہاں سب سے پہلے یہ نظام تعلیم نافذ کیا گیا) کی نوجوان نسل کا یہ حال ہے کہ وہاں کے اسکول و کالجس میں زیر تعلیم ۸۰ سے ۹۰ فیصد طالبات تعلیمی سال کے اختتام تک متعدد مرتبہ اپنے ہم درس لڑکوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر چکی ہوتی ہیں اور شاید یہی وہ صورت حال ہے جس نے علامہ اقبالؒ سے یہ اشعار کہلوائے ہے:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن ہے عشق ومحبت کے لیے علم و ہنر موت

۵- تہذیبی اقدار سے بغاوت اور خاندانی نظام کی تباہی: مخلوط نظام تعلیم کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کی نحوست سے ہماری نوجوان نسل اسلاف اور بزرگوں کی روایات اور تہذیبی اقدار سے بغاوت کرتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے ہمارا خاندانی نظام تباہ وبرباد ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے یہ نوجوان اپنے ہم کلاس لڑکے یا لڑکی کے ساتھ تاکا جھانکی، نوک جھونک، چھیڑ چھاڑ اور گرل فرینڈ بوائے فرینڈ کرتے کرتے عشق ومحبت کی شکل میں ہوس کے اس ''اعلیٰ مقام'' تک پہنچ جاتے ہیں جہاں ایک دوسرے سے جنسی تسکین حاصل کیے بغیر انھیں قرار نہیں ملتا۔ آخرکار وہ وقت آتا ہے کہ شرم وحیا اور غیرت کے پردوں کو پوری طرح چاک کر کے لڑکیاں خود اپنے والدین کو اپنی پسند سے آگاہ کرتی ہیں، زیادہ تر والدین اپنی بچیوں کی اس پسند کو قبول نہیں کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ اس لڑکے کی دینی واخلاقی حالت سے مطمئن نہیں ہوتے ہیں، وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس کا مقصد محض وقتی لذت، جنسی تسکین اور لڑکی کے والدین کی مالی حیثیت سے فائدہ اٹھانا ہے۔ لڑکیاں اپنے والدین کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں، اگر وہ مان جائیں تو ٹھیک ورنہ یہ لڑکیاں گھروں سے بھاگ کر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ ''کورٹ میرج'' کر کے والدین اور پورے خاندان کی عزت کو رسوائی سے بدل دیتی ہیں۔ مخلوط نظام تعلیم کی ان تمام تر خباثتوں اور مضر اثرات کے باوجود بھی اگر لڑکیوں کو ان ہی اداروں میں اسی طرح ''روشن خیال'' اور ''مہذب'' بنانے کی دوڑ جاری رہی اور چراغ خانہ کو شمع محفل بنانے کا عمل یوں ہی جاری رہا تو ڈر ہے کہ کہیں ان کے ارتداد اور ان کی عزت وناموس کی پامالی کے روح فرسا واقعات بڑھتے نہ چلے جائیں۔ لڑکیوں کو تعلیم ضرور دی جائے؛ لیکن ایسی تعلیم جو ان کی فطرت اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو اور ہمیں صحیح وغلط کی سمجھ عطا فرمائے! (آمین)۔

Scanned with CamScanner

شادی کے مسرفانہ رسوم

مولانا محمد شعیب ندوی

اسلام دین کامل ہے، اس میں کوئی نقص نہیں ہے، قیام تک جتنے انسانی مسائل پیش آنے والے ہیں اور جن جن معاملات سے واسطہ پڑتا ہے، ان کا سب سے بہترین اور معتدل حل صرف اور صرف مذہب اسلام میں موجود ہے اور علماء کرام نے اپنے اپنے زمانوں میں زمانہ کے حالات کے اعتبار سے قرآن وحدیث اور فقہاء امت کے اجتہادات کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا ہے اور شریعت کی تعلیمات ایسی واضح اور روشن وتابناک ہیں کہ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی اور ابہام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها ونهارها سواء ''میں نے تم کو بالکل روشن اور چمکدار راستہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح چمکدار ہے'' (سنن ابن ماجہ) اور اللہ نے فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا'' (المائدۃ: ۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے بطور دین ومذہب کے مذہب اسلام کو پسند کیا''۔

اب اگر کوئی مسلمان ہوتے ہوئے اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے یا غیروں کے رسوم ورواج کو اختیار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اسلامی تعلیمات پر اطمینان نہیں یا خدا کا پسندیدہ مذہب اسے قبول نہیں ہے اور جسے اسلامی نظام اور طریقہ محمدی قبول نہ ہو پھر وہ خدا کو بھی قبول نہیں ہے، بلکہ وہ مردود ہے، ارشاد ربانی ہے: وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران: ۸۵) ''اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامرادوں میں سے ہوگا''۔

اسی لئے قرآن میں اللہ نے غیروں کی طرف ادنیٰ میلان اور جھکاؤ سے بھی منع فرمایا ہے: وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود: ۱۱۳) ''اور ظالموں یعنی کفار ومشرکین کی طرف مت جھکو ورنہ آگ تمہیں بھی پکڑ لے گی''۔

ایمان کے کامل ہونے کا معیار صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر ایمان مضبوط وپختہ ہو بلکہ ایمانی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ طاغوت کا انکار بھی پورے زور وقوت سے کیا جائے، ارشاد خداوندی ہے: فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (البقرۃ: ۲۵۶) ''تو جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا''۔

اس آیت میں ''یکفر بالطاغوت'' کو ''یؤمن باللہ'' سے پہلے لانے کا راز ہی یہی ہے کہ طاغوت سے انکار کی اہمیت اہل ایمان پر واضح ہو جائے اور طاغوت کا مطلب تمام شیطانی طاقتیں اور کفر وشرک کے تمام مظاہر خواہ کسی شکل میں رونما ہوں ان کا انکار اور ان سے برات کا اظہار اہل ایمان پر لازم ہے، چنانچہ اس وقت مسلمانوں میں غیروں کے ساتھ ہمسائیگی کی وجہ سے غیروں کے بہت سے طریقے اور ان کی رسمیں اس طرح داخل ہوگئیں ہیں کہ مسلمانوں میں ان کے غیر اسلامی اور گناہ ہونے کا احساس ہی ختم ہوگیا ہے، جو بڑے خطرہ کی بات ہے، خاص طور پر شادیوں کے موقع پر اکثر کام غیر اسلامی ہی ہوتے ہیں اور اسلام تو صرف خال خال ہی نظر آتا ہے، جو آئے دن ہم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتا رہتا ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ آج اسلام کو ہم نے مسجدوں اور ایسی ہی چند جگہوں میں قید کردیا ہے، خود اس کے تابع اور فرمانبردار ہونے کے بجائے خود اسلام ہی کو اپنی خواہشات کے تابع بنالیا ہے، کہ ہم جب اور جہاں چاہیں گے اسلام کو چلنے اور اپنا اثر دکھانے کا موقع دیں گے اور جہاں چاہیں گے اس کو روک دیں گے کہ ابھی تمہاری ضرورت نہیں، یہ اسلام نہیں، کفر ہے، یہ طاعت وبندگی نہیں، بلکہ بغاوت وسرکشی ہے۔

اس وقت یہاں چند غیر اسلامی رسموں کا تذکرہ کیا جارہا ہے، حالانکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں نکاح کے موقع پر جو چیزیں مسنون ہیں اس کے علاوہ تمام چیزیں غیر اسلامی ہیں، لیکن بعض رسمیں ہمارے معاشرہ میں ایسی جڑ پکڑ چکی ہیں اور اس طرح رائج اور عام ہو چکی ہیں کہ کھلے عام اس کے خلاف کہنے اور سننے کی ضرورت ہے۔

منگنی: آج ہمارے دور میں جب نکاح کی بات شروع ہوتی ہے تو لڑکی کو دیکھنے کے لئے لڑکے والوں کی طرف سے عورتیں اس کے گھر جاتی ہیں اور اپنے ساتھ زیورات اور کئی جوڑے بھی لے کر جاتی ہیں اور لڑکی کو پہناتی ہیں اور کچھ نقدی بھی دیتی ہیں، یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ رشتہ پسند ہے، اس کے بعد بعض مقامات پر لڑکی والے ضروری سمجھتے ہیں کہ جتنی عورتیں گئی ہیں ان میں سے ہر ایک کو جوڑے اور نقد روپے بھی دیئے جائیں، بعض جگہوں پر اسی موقع پر جہیز کا تعین دین بھی طے ہوتا ہے، یہ نہایت بری اور قبیح رسم ہے، جس کا شریعت وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بارات: لڑکی والوں کے مطالبہ پر یا بغیر مطالبہ کے لڑکے والوں کا خود بارات لے کر جانا بھی شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ قرآن وحدیث کے ذخیرہ میں کہیں اس کا کوئی ذکر اور ثبوت نہیں ملتا ہے، بلکہ یہ بھی غیروں کی تقلید اور پیروی کا ایک منحوس حصہ ہے، جس کو ہم نے شادی کا ایک اہم جزء سمجھ لیا ہے اور چونکہ بارات میں ایک نہایت غلط کام یہ ہوتا ہے کہ جتنے لوگوں کو بلایا جاتا ہے، اس سے زائد بلکہ بسا اوقات اس کے دو گنے لوگ جاتے ہیں جو سراسر جبر واکراہ اور ظلم ہے، کسی دعوت میں بغیر دعوت کے جانے والا ایسا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چور کی طرح گیا اور ڈاکو کی طرح واپس آیا'' (مشکوٰۃ: ۲۸۷) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ الا بطيب منه'' (مشکوٰۃ: ۲۵۵) ''غور سے سن لو کہ کسی پر ظلم نہ کرنا اور سن لو کہ کسی انسان کا مال بغیر اس کی خوش دلی اور رضامندی کے جائز نہیں ہے''۔

لہٰذا اگر بارات میں ایک شخص بھی زیادہ گیا تو اس کا جانا اور کھانا حرام ہے، آپ فیصلہ کیجئے کہ کس کو فرد زائد قرار دیں گے اور اگر لڑکی والے خوشی سے اجازت دیں تو چونکہ یہ ماحول اور سوسائٹی کے دباؤ کا اثر ہوتا ہے اور خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہی کہنا پڑے گا اور پھر اس ایک غلط کام کے نتیجہ میں کتنے گناہ اور بیہودگی اور بسا اوقات انسانیت سوز کام ہوتے ہیں کہ اللہ کی پناہ، اور کبھی کبھی باراتی ایسا اودھم مچاتے ہیں اور ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور ننگا ناچ ناچتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ انسان ہیں یا جانور اور درندے، جن کو انسانیت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

اس کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خرچ کا بار اسلام نے شوہر پر رکھا ہے لڑکی والوں پر نہیں، لیکن ہم سارا بوجھ لڑکی والوں پر ڈال کر فخر کرتے ہیں جو انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، اسی کے ساتھ اس میں جو فضول خرچی اور نام ونمود کا جذبہ، شیخی بگھارنے اور فخر ومباہات کا اظہار ہوتا ہے، یہ تمام چیزیں خالق کائنات کو سخت ناپسند اور مبغوض ہیں اور جن شادیوں میں یہ سب خرافات ہوتی ہیں ان پر خدا کی رحمت کے بجائے خدا کا قہر وغضب اور فرشتوں کی لعنت برستی ہے، اس لئے بارات کے سسٹم کو ختم کیجئے اور نہایت سادگی کے ساتھ مسجدوں میں نکاح کا ماحول بنائیے، اگر یہ بارات کی رسم ختم ہو جائے تو بہت ساری خرافات خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

جہیز: یہ بھی انسانی معاشرہ کے لئے ایک ناسور ہے، جو پورے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جارہا ہے، جس کی نحوست سے نہ معلوم کتنی بیٹیاں زندگی سے ہاتھ دھونے پر مجبور ہو چکی ہیں، کتنے والدین خودکشی کرکے حرام موت کی آغوش میں جا چکے اور کتنی لڑکیاں زناکاری وبدکاری کی نذر ہو چکیں اور دوسروں کے ہاتھوں اپنی عزت وآبرو کا سودا کرنے پر مجبور ہیں اور کتنے گھر اجڑ چکے، سودی قرضوں کے نیچے ایسے دب گئے کہ آج تک دوبارہ اٹھنا نصیب نہ ہوا، الغرض اس رسم بد کی تباہ کاریاں بے شمار ہیں اور یہ وبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ ہر کس وناکس، کیا ہندو کیا مسلمان سب اس کے مارے ہوئے خون کے آنسو بہا رہے ہیں، لیکن اس سے نجات کی کوئی صورت کسی کو دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

دوسری طرف دولت مندوں کا حال یہ ہے کہ جہیز کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا دینا ان کے لئے معمولی بات ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اپنی اسی رقم سے قوم کی کچھ مجبور وبے کس، یتیم وبے سہارا بچیوں کا سہارا بن کر ان کی شادیاں کروادیں اور ان کے بھی گھر بسانے کا سامان کردے اور اب تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ باقاعدہ جہیز کا مطالبہ ہوتا ہے اور اس کی فہرست بھیجی جاتی ہے اور جہیز نہ لانے پر بہوؤں اور بیٹیوں کو جلانے کے واقعات اس کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے، لہٰذا اس لعنت کو ہمیں اپنے معاشرہ سے ختم کرنا پڑے گا، آج شادیوں کو مشکل بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ اسی رسم جہیز کا ہے، آج جس کے پاس ایک یا دو بیٹیاں ہیں وہ چوبیس گھنٹے ان کی شادی کے انتظامات ہی کی فکر میں کھویا رہتا ہے اور اپنی پوری زندگی کی کمائی اسی میں جھونک دیتا ہے، بلکہ آج لڑکیوں کی پیدائش سے نفرت وکراہت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی شادی کے مسئلہ کو اتنا اہم اور پیچیدہ بنا دیا گیا ہے کہ بیٹی کے تصور سے ہی آدمی کانپ اٹھتا ہے اور اسی وجہ سے کتنی لڑکیاں عالم وجود میں آنے سے پہلے ہی رحم مادر میں درگور کردی جاتی ہیں، جس کے تعلق سے قرآن نے کیسی دل دہلا دینے والی وعید ارشاد فرمائی ہے: وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (تکویر: ۸-۹) ''اور جب زندہ درگور کی جانے والی لڑکی سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی''۔

تو دل پر ذرا ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ اس وقت کیا جواب بن پڑے گا؟

وقت کی اہم ضرورت: اس وقت سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر اپنے معاشرہ کی تشکیل کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی جو شادیاں کیں اور خاص طور پر اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کس سادگی سے کیا، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین واسلاف کے یہاں شادیوں کا جو طریقہ تھا، ہمیں بھی اسی کو اختیار کرنا چاہئے کہ ہماری فلاح وکامرانی اسی میں ہے، اس کے علاوہ جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا اس میں سراسر ناکامی ونامرادی اور ذلت ورسوائی ہے۔

اسلام میں نکاح کس قدر سادہ اور سہل ترین چیز ہے، جو بیٹھے بیٹھے اور باتوں باتوں میں ہو جایا کرتا تھا، جس میں نہ کسی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور نہ کوئی اہتمام، ادھر رشتہ منظور ہوا، ادھر فوراً اسی مجلس میں دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوگیا، نہ منگنی کی رسم، نہ بارات، نہ دور ونزدیک کے رشتہ داروں کو جمع کرنا، نہ دعوت نامے چھپوا کر تقسیم کرنا، نہ مسرفانہ ٹھاٹ باٹ، اکثر وبیشتر تو پڑوسیوں تک کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ فلاں گھر میں نکاح ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے نکاح کا واقعہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر پیلا نشان تھا، جسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نکاح کرلیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرلینا، خواہ ایک بکری ہی کے ذریعہ ہو۔ (بخاری، کتاب النکاح: ۱۱۸/۶)

اس حدیث کے ذریعہ ہمارے لئے جو سب سے بڑا سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر دور اور نزدیک کے تمام رشتہ داروں اور خاص کر اپنے تمام بزرگوں کو بلانا ضروری نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ رسول اکرمؐ کی شرکت کے بغیر نکاح ہرگز نہ کرتے، مگر آپ کی شرکت تو درکنار اس کی اطلاع تک آپ کو دینا ضروری نہیں سمجھا، بلکہ ان کے ہاتھ کی زردی دیکھ کر رسول اللہ خود ہی پہچان لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ رسول اکرمؐ سے بڑھ کر ان کے لئے اور کون بزرگ ہوسکتا تھا، لیکن انہوں نے حصول برکت ہی کی نیت سے سہی، رسول اکرمؐ کی شرکت ضروری نہیں سمجھی، اس واقعہ سے اس دور کی معاشرت کا حال واضح ہوتا ہے، دوسری طرف حضورؐ نے کسی ادنیٰ ناراضگی کا بھی اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت فاطمہؓ کی شادی: حضرت فاطمہؓ کا پیغام پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف سے آیا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمری کا عذر فرمایا، پھر حضرت علیؓ نے خود حاضر ہو کر شرماتے اور جھجکتے ہوئے اپنا پیغام دیا، جسے باذن خداوندی قبول فرما لیا گیا، بس زبانی طور پر سب کچھ طے ہوگیا، نہ لوگ اکٹھا ہوئے اور نہ کوئی اہتمام ہوا، اس وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۱ سال اور حضرت فاطمہؓ کی ۱۵ سال تھی، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہ ہونا چاہئے۔

حضور اکرمؐ نے اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ جاؤ! ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور انصاری صحابہؓ کی ایک جماعت بلا لاؤ، یہ سب لوگ حاضر ہوگئے، آپؐ نے ایک مختصر سا خطبہ دے کر نکاح کردیا اور چھوارے تقسیم کردیئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا اور گھریلو استعمال کا سامان بھی، جس میں دو چادریں بچھاوڑھنے بچھانے کا مختصر سامان، دو بازو بند، ایک کملی، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ، ایک گھڑا اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ کا تذکرہ بھی ملتا ہے، یہ تھا کل جہیز سرور کائنات کی چہیتی صاحبزادی کا اور اس سامان کا دینا بھی ضرور نا تھا، نہ کہ رواجاً، کیونکہ حضرت علیؓ کے پاس تو کچھ تھا ہی نہیں، وہ آنحضرتؐ کے زیر سرپرستی اب تک رہے تھے، آپ کے علاوہ کوئی اور ایسا نہ تھا جو اس قسم کی ضرورتیں پوری کرنے میں مدد کرتا، انہوں نے خود فرمایا تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، ''مالي من شيء'' (مسند احمد: ۱/۸۰، بحوالہ معاشرتی مسائل: ۴۹، ۵۰)

حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں ''جہیز'' کا لفظ بھی آتا ہے، جس سے بعض لوگوں کو اس لفظ سے غلط فہمی ہوتی ہے اور اسی سے وہ جہیز کا ثبوت پیش کرنے لگتے ہیں کہ کسی درجہ میں جہیز کا ثبوت ملتا ہے، مولانا شہاب الدین ندوی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں: ''رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہؓ کو جو معمولی چیزیں عنایت کی تھیں، وہ بطور جہیز نہیں، بلکہ حضرت علیؓ کی جانب سے ادا کئے گئے مہر معجل کے ذریعہ خریدی ہوئی چند چیزیں تھیں، ظاہر ہے کہ یہ جہیز نہیں تھا، کیونکہ یہ مہر معجل کے پیسوں سے خریدا گیا تھا، لہٰذا اسے جہیز اور وہ بھی فرمائشی جہیز سے کیا نسبت ہوسکتی ہے اور پھر حضورؐ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور کسی کو کچھ نہیں دیا گیا، لہٰذا ہم کو بھی سنت وشریعت کے مطابق اپنے بچے بچیوں کی شادی کرنی چاہئے، تاکہ نکاح بابرکت ہو۔

Scanned with CamScanner

موبائل اور انٹرنیٹ کا غلط استعمال

مولانا مفتی محمد مزمل بدایونی

ایک زمانہ تھا کہ انسان رات کو کھلے میدان میں لیٹ کر ستاروں بھرے آسمان کے حسین منظر سے لطف اندوز ہوتا تھا، آج سائنس وٹکنالوجی کی نت نئی ایجادات نے ان کا ستاروں پر پہنچنا آسان کر دیا ہے اور انسان چاند پر پہنچنے کا دعوی کر چکا ہے اور اہل سائنس اس کو مان بھی چکے ہیں۔ سائنس وٹکنالوجی کی ایجادات میں موبائل اور انٹرنیٹ نے حیرت ناک تبدیلیاں کی ہیں، پوری دنیا کو انسان کی مٹھی میں منحصر کر دیا ہے اور سارے عالم کو ایک گاؤں (GLOBAL VILLAGE گلوبل ولیج) کی شکل دے دی ہے۔ یہ سچ ہے کہ انٹرنیٹ کی بدولت بہت سی دشوار ترین چیزیں آسان ہو گئی ہیں اور اس کے بہت سے فوائد بھی ہیں، دور دراز علاقوں میں رہنے والے قرابت داروں، دوستوں اور عام انسانوں کے حالات سے چند لمحات میں واقفیت حاصل کرنا، ان کے دکھ درد کو بانٹنا، ممکنہ حد تک ان کا تعاون کرنا اور اس جیسی دوسری چیزوں میں موبائل اور انٹرنیٹ کے فائدے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تعلیمی میدان میں بھی اس کا فائدہ بالکل عیاں ہے، دنیا کے کونے کونے میں موجود طلبہ اپنے استاذ کے تجربات تحریری وصوتی افادات سے مستفید ہو سکتے ہیں اور استاذ عالمی پیمانے پر ایک فعال اور مفید کردار ادا کر سکتا ہے۔ طبی میدان میں انٹرنیٹ کے ذریعہ اب یہ بھی ہو رہا ہے کہ مثلاً ایک دل کا ماہر سرجن کسی مشکل اور پیچیدہ معاملے میں اپنے سے زیادہ ماہرین سے بیک وقت ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ آپریشن کے دوران تعاون حاصل کر لیتا ہے ان ماہرین کو ایک جگہ جمع ہونے اور سفر کی صعوبت برداشت کرنی نہیں پڑتی۔ تجارتی ومالی معاملات میں بھی موبائل وانٹرنیٹ کے فوائد قابل ستائش ہیں، تاجر برادری، مقامی اور عالمی مارکیٹ پر نظر رکھتی ہے اور تازہ ترین معلومات کو خرید وفروخت میں پیش نظر رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے فوائد سے انکار نہیں ہے اور فوائد کی یہ فہرست بہت لمبی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، بعض لوگ اس کو پانی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والا انسان اس سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اب یہ حقیقت بھی لوگوں پر مخفی نہیں رہ گئی ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے مختلف دینی، جسمانی اور نفسیاتی مشکلات ونقصانات کی فہرست بھی کم طویل نہیں ہے، افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس کی ستائش کرنے والے اور اس کے دلدادہ وفریفتہ لوگ اس کے نقصانات کی کثرت کو ماننا تو دور کی بات، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں، ذرائع ابلاغ اور اشتہارات کے ذریعہ جب کسی چیز کے فوائد بیان کیے جاتے ہیں اور اس کثرت سے ان کی تشہیر کی جاتی ہے کہ انسان کے دل ودماغ اور اعصاب پر قبضہ کر لیا جاتا ہے پھر انسان جلد باز بھی واقع ہوا ہے تو فوائد جان کر عجلت میں اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہے، اس کے منفی گوشوں اور نقصانات پر غور کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، حالاں کہ کسی نئی چیز کے سامنے آنے پر اس کے تمام گوشوں کی تحقیق کرنا، نہ صرف یہ کہ ایک دینی فریضہ ہے بلکہ مذہب بیزار انسانوں کی عقل کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ہم جب انٹرنیٹ کے غلط استعمال کے نقصانات پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو سب سے خطرناک پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ وہ بے حیائی اور فحاشی کا سمندر ہے، عریانیت عام ہے، حیا سوز مناظر کی بہتات ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صحیح مقصد کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جائے تب بھی نہ چاہتے ہوئے، اشتہارات کے نام پر عریاں تصاویر سامنے آ جاتی ہیں جو نوجوانوں کے شہوانی جذبات بھڑکانے کا کام کرتی ہیں بلا قصد انسان ان کو دیکھنے میں لگ جاتا ہے، اس پر نگاہ نہ جمائی جائے؟ کیوں کہ ایسی چیزوں کو دیکھنے اور اجنبی عورتوں پر نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فَالْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ (مسند احمد 243/2، قاہرہ) آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے) ان فحش مناظر کو دیکھنے سے ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ نوجوانوں کے جذبات بھڑکتے ہیں اور زنا کاری یا کسی اور گندی حرکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، زنا کاری اور دیگر گندی حرکتوں سے انسانی صحت بھی برباد ہوتی ہے اور دین کا تو جنازہ ہی نکل جاتا ہے، قرآن وحدیث میں ان چیزوں کی شناعت وقباحت بڑی کثرت سے بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا - (سورہ بنی اسرائیل: 32) (اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے)

اگر انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بات زنا تک نہ بھی پہنچے اور اللہ کرے کہ ہر مومن اس کبیرہ سے محفوظ رہے) تو بے حیائی سے انسان بچ ہی نہیں سکتا؟ کیوں کہ فحاشی، عریانیت اور بے حیائی کے ایسے مناظر انٹرنیٹ میں پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ حیا وغیرت کا جنازہ نکال دیتے ہیں دیکھنے والے بے حیا اور بے غیرت ہو جاتے ہیں اس سے بیٹے اور ماں، باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن اور دیگر محارم کے درمیان کی ایک خاص حیا جو گناہوں سے روکنے کے لیے ہی اللہ نے ودیعت رکھی ہے۔ اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ آپس میں بھی بڑی بے شرمی کے ساتھ اخلاق سوز اور حیا سوز گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ انٹرنیٹ پر وقت کی بربادی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی، یہ تو آنکھوں کے سامنے کی ایک حقیقت ہے، اب بے مقصد سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر گھومنے کو سرفنگ (SURFING سڑکوں پر آوارہ گردی) قرار دیا جا چکا ہے، مشہور روزنامہ ڈان نے اپنے 24 دسمبر 2015ء کی اشاعت میں نوجوانوں کے ذریعہ موبائل اور انٹرنیٹ پر ضیاع وقت کے سات طریقے شمار کیے ہیں: گوگل پر گیمز کھیلنا، فیس بک پوسٹس کو لائک کرنا، سوشل میڈیا پر بے مقصد گھومنا، گوگل ارتھ اور اسٹریٹ ویو، یوٹیوب پر جانوروں کی ویڈیوز دیکھنا۔ بے مقصد مضامین پڑھنا، مزاحیہ پروگرام دیکھنا، اب تو کئی امریکی یونیورسٹیاں ایسے طریقوں پر تحقیق وریسرچ کر رہی ہے جو نوجوانوں کو انٹرنیٹ پر وقت ضائع کرنے سے روک سکیں لیکن کوئی موثر طریقہ نہیں ڈھونڈ سکی ہیں اب تک کا سب سے بہترین طریقہ وہی مانا گیا ہے جو ہمارے اکابر واسلاف بلکہ ہماری دینی تعلیمات نے سیکڑوں سال پہلے سے کیا ہے کہ دن بھر کے کاموں کا ٹائم ٹیبل بنا لیا جائے اور خود کو اتنا فارغ ہی نہ چھوڑا جائے کہ انٹرنیٹ ہمیں گرفت میں لے سکے۔

موبائل اور انٹرنیٹ کے جسمانی نقصانات: موبائل اور انٹرنیٹ کے غلط اور زیادہ استعمال سے سر درد، اعصابی تناؤ، دل کی بیماریاں، کان کی خارش، بلڈ پریشر اور نگاہ کی کمزوری جیسی متعدد بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، جسمانی اور طبی اعتبار سے اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے یادداشت کی طاقت بے حد متاثر ہوتی ہے، سویڈن میں 2008ء میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق موبائل کا کثرت سے استعمال کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھا دیتا ہے، یونیورسٹی آف ایٹی اور یونیورسٹی پٹیرک کے شعبہ کینسر کے سربراہان امریکی ایوان کو نمائندگان کی کمیٹی کو موبائل فون کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے تجویز دے چکے ہیں کہ موبائل کے نقصانات کی اتنی ہی تشہیر کی جانی چاہیے جتنی سگریٹ نوشی کے نقصانات کی تشہیر کی جاتی ہے۔

انٹرنیٹ جھوٹ پھیلانے کا بڑا ذریعہ: انٹرنیٹ کی ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں ہر رطب ویابس، صحیح وغلط باتوں کی اشاعت یکساں طور پر کی جاتی ہے، یہ زحمت گوارہ نہیں کی جاتی کہ آنے والی خبر کی تحقیق خبر کی تحقیق کر لی جائے بلکہ اب تو کسی خبر کو کمزور کرنے کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ یہ واٹس ایپ کی خبر ہے پھر بھی بے سروپا خبروں کو آگے بڑھانے کی مقابلہ آرائی ہوتی ہے کہ کون پہلے شیئر کر لے، حالاں کہ شریعت کی واضح ہدایت ہے کہ کسی بھی آنے والی خبر کی تحقیق ہونی چاہیے مبادا کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے اور شریعت ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والے کو جھوٹا بھی قرار دیتی ہے، حدیث نبوی ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مقدمہ مسلم، حدیث 5: (انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا پھرے)

انٹرنیٹ دھوکہ دہی کا بڑا ہتھیار: آج کل انٹرنیٹ فریب ودھوکہ دہی کا اتنا بڑا ذریعہ بن چکا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو اس پر قابو پانا مشکل ہو رہا ہے، ہیکرس اپنی مہارت سے کسی کے کھاتے سے خطیر رقمیں غائب کر دیتے ہیں، دھوکہ دے کر بذریعہ فون کال پاس ورڈ وغیرہ معلوم کرتے ہیں، کسی کی بھی ذاتی اور پوشیدہ معلومات حاصل کر کے ان کا بے جا استعمال کرتے ہیں، ان کے ذریعہ لوگوں کو ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ ایک بڑا جوا خانہ: انٹرنیٹ اس وقت دنیا میں جوا اور لٹنے کا سب سے بڑا مرکز اور بازار بنا ہوا ہے، طرح طرح کے کھیلوں میں بازی لگانا اور سیکڑوں قسم کے لئے انٹرنیٹ پر متعارف ہیں، اس کے لیے الگ سے ویب سائٹس بنائی جاتی ہیں، اس کا بڑا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اب تک روایتی جوے خانوں میں جانے والے لوگ برے سمجھے جاتے تھے، شریف گھرانوں کے افراد وہاں جانے سے شرماتے تھے لیکن اب کسی بھی شخص کو ان روایتی جوے خانوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے • اب بڑے بڑے شریف سمجھے جانے والے لوگ گھر بیٹھے باعزت طریقے سے جوا کھیل رہے ہیں، کئی باحیثیت گھرانوں کی اس لت میں لگ کر دیوالیہ ہونے کی خبریں گشت کرتی رہتی ہیں، جب کہ جوا ایک گندا اور شیطانی عمل ہے، قرآن کریم میں اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے (دیکھیے: سورہ مائدہ: 90) خلاصہ یہ ہے کہ موبائل اور انٹرنیٹ کے نقصانات، فوائد سے کم نہیں اس لیے اس کے استعمال میں احتیاط نہایت ضروری ہے اس کا صحیح استعمال نہ ہو تو مال ودولت، عزت وآبرو، صحت اور شرم وحیا ہر چیز کی تباہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو! بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو فقر وفاقے سے پہلے مالداری کو مشغولیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔ (مستدرک حاکم، حدیث: 7846)

(بقیہ صفحہ اول): ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں، ضرور ادا کریں۔ آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آ رہی ہیں اُن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک اور صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدے میں آ رہا ہے کہ ووٹ عموماً اُن لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لیے جاتے ہیں اور اُن لوگوں کے ووٹوں سے جو نمایندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے۔ اس لیے جس حلقے میں کوئی بھی اُمیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی جرم اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مترادف ہے، اور اگر کسی حلقے میں کوئی بھی اُمیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانت دار نہ معلوم ہو مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیتِ کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت سے غنیمت ہو تو تقلیلِ شر اور تقلیلِ ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز بلکہ مستحسن ہے، جیسا کہ نجاست کے پورے ازالے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ نجاست کو اور پورے ظلم کو دفع کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں تقلیلِ ظلم کو فقہا رحمہم اللہ نے تجویز فرمایا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے، جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام، اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

آپ جس اُمیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانت داری کی رُو سے اس کام کا اہل اور دوسرے اُمیدواروں سے بہتر ہے، جس کام کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں: (۱) آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعے جو نمایندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا بُرے اقدامات کرے گا اُن کی ذمہ داری آپ پر بھی عائد ہوگی۔ آپ بھی اس کے ثواب یا عذاب میں شریک ہوں گے (۲) اس معاملے میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب وعذاب بھی محدود۔ قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اس کا ادنیٰ نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے، اس لیے اس کا ثواب وعذاب بھی بہت بڑا ہے (۳) سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے۔ آپ کے حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریے کا حامل ودیانت دار نمایندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہِ کبیرہ ہے (۴) جو اُمیدوار نظامِ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہِ کبیرہ ہے (۵) ووٹ کو پیسوں کے معاوضے میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانش مندی نہیں ہو سکتی۔ رسولُ اللہ نے فرمایا ہے کہ "وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لیے اپنا دین کھو بیٹھے"۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

سر درد Migraine، وجوہات، علاج اور ہومیو پیتھک اُدویات

حسین قیصرانی

سر درد اِتنا عام ہے کہ اِس کی دوا تجویز کرنا بذاتِ خود دردِ سر ہے۔ یہ سر ہی تو ہے جس میں مغز ہے جو تمام احساسات کا مرکز ومحور ہے؛ اِس لئے سر درد کو معمولی یا عام مسئلہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

نظامِ ہاضمہ میں خرابی ہو تو سر درد۔ جگر میں خرابی ہو تو سر درد۔ نزلہ زکام یا بخار ہو تو سر درد۔ دل، گُردے، نسوانی اعضاء، غرضیکہ خرابی کہیں بھی ہو تو دردِ سر گویا سرچڑھ کر بولتا ہے۔

سر درد کا سبب معلوم نہ ہو تو علاج کیلئے ہومیو پیتھک دوا تجویز کرنا ناممکن ہے۔ فیس بک اور موبائل پر پیغامات موصول ہوتے ہیں یا مختلف محفلوں، ملاقاتوں یا سیمینارز میں میگرین یا سر درد کا علاج اور ہومیو پیتھی دوائی اکثر و بیشتر پوچھی جاتی ہے۔ ہومیو پیتھک طریقہ علاج میں بغیر تفصیلی کیس لئے یا تکلیف اور مسئلے کی وجہ سمجھے بغیر دوائی کا اِنتخاب ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں کوئی دوائی بتا بھی دی جائے تو وہ علاج نہیں بلکہ تکّہ لگانا ہوتا ہے جو کبھی کبھار تو لگ جاتا ہے مگر اکثر ناکام رہتا ہے۔

اگر سر درد بہت پرانا ہو کر دائمی یعنی مزمن Chronic صورت اختیار کر جائے تو صحیح علاج کرنے میں کیس کی مکمل تفصیل اور مریض کے موروثی مزاج کا سمجھنا بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں کچھ ہومیو پیتھک اُدویات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو عام طور پر میگرین (Migraine) یا سر درد کے علاج کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ اِن کی خوراک اور پوٹینسی کا تعین مریض کی صورتِ حال کو سمجھنے کے بعد ایک ماہر ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہی کر سکتا ہے۔ یہاں اِس اَمر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہومیو پیتھک طریقہ علاج میں ایک وقت میں صرف ایک دوا کا اُصول بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

سر درد کے اسباب، ہومیوپیتھک دوائیں اور علاج :☆ خرابی ہاضمہ کی وجہ سے سر درد کے لئے: نکس وامیکا. پلساٹلا. ☆ بسیار خوری (ضرورت سے زیادہ کھانے) سے سر درد کے لئے: انٹی مونیم کروڈم ☆ خون کا دباؤ سر کی طرف ہونے سے سر درد کے لئے: بیلا ڈونا. گلونائنم ☆ سر پر ٹھنڈی ہوا لگنے سے۔ ایسے میں سر کو زور سے باندھ کر رکھنا پڑتا ہے۔ سلیشیا ☆ سردی لگ جانے سے سر درد کے لئے: اکونائٹ. فیرم فاس ☆ دھوپ / لُو لگ جانے سے سر درد کے لئے: گلونائنم. نیٹرم کارب. جلسیمیم ☆ نزلہ کا اخراج رُک جانے سے سر درد کے لئے: کالی بائکرومیکم. لیکیسس ☆ شدید پریشانی اور غم والم کی کیفیت سے سر درد کے لئے: اگنیشیا.

عصبی درد، درد شقیقہ Migraine کے لئے :☆ بائیں طرف کے سر درد کے لئے: سپائی جیلیا ☆ دائیں طرف کے سر درد کے لئے: سنگونیریا

آرسینک البم، کالی بائیکرومیکم، آئیرس ورسیکولر بھی صفراوی درد اور دردِ شقیقہ جیسے دردوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں بشرطیکہ اِن کی علامات مریض میں موجود ہوں۔

ایک غلط فہمی کا اِزالہ کرنا بے جا نہ ہوگا اور وہ یہ کہ عام طور پر ہومیو پیتھک دوائی بیلا ڈونا سر درد کے لئے سب سے زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ بالخصوص ایسا ہے ہی مگر میں نے برطانیہ اور یورپ میں بھی یہی دیکھا ہے کہ ہومیو پیتھک ڈاکٹرز سر درد کے علاج میں بیلا ڈونا کے بڑے قائل ہیں۔ میرے تجربے میں یہ اُتنی زیادہ کامیاب نہیں رہی کہ جتنا اُس کا شہرہ ہے۔ ویسے بھی، چند مخصوص مواقع کے علاوہ بیلا ڈونا زیادہ لمبا اور گہرا اثر رکھنے والی دوا نہیں ہے کہ پُرانے اور ضدی قسم کے سر درد یا Migraine ایسے دردوں کے لئے مفید ثابت ہو۔ بیلا ڈونا اُس سر درد کے لئے بے حد مفید اور منٹوں میں اثر کرنے والی دوا ہے کہ جب بخار کے ساتھ سر درد ہو یا خون کا دباؤ سر کی طرف بڑھ جانے سے سر درد ہو۔ بیلا ڈونا ایسے سر درد کو بھی فوری فائدہ دیتی ہے کہ جس میں Congestion نمایاں پایا جائے۔

ایک اَور مخصوص قسم کا سر درد خواتین مریضوں میں بالعموم پایا جاتا ہے جس میں اُن کی سر کی جلد بہت حساس ہو جاتی ہے۔ سر پر کنگھی کرنا تو ممکن ہی نہیں رہتا حد یہ کہ سر پر کسی بچے کا ہاتھ لگ جائے یا دوپٹہ چادر سرک جائے تو بھی چیخ نکل جاتی ہے۔ یہ سر درد اَور بھی کچھ دواؤں میں ملتا ہے لیکن ایسے درد کو بالعموم بیلا ڈونا سے فوری آرام میسر آ جاتا ہے۔

خواتین کے سر درد کی ایک اہم وجہ اُن کے ہارمون سسٹم، پیریڈز (حیض Menses) کا صحیح نہ ہونا ہے۔ Uterus Reflex کی وجہ سے ہونے والے سر درد یا Migraine کی ایک اہم علامت یہ بھی ہے کہ سر درد کا آغاز سر کے پچھلے حصے سے ہوتا ہے اور آگے آ کر ٹھہر جاتا ہے۔ اِس سے بالعموم نظر بھی متاثر ہوتی ہے اور بعض اوقات متلی بلکہ قے بھی آ جاتی ہے۔ اِس طرح کے سر درد کا مستقل علاج ہارمون سسٹم / مینسز / حیض کے صحیح ہونے سے ہی ممکن ہے۔ ہومیو پیتھک علاج سے تمام مسائل کا ایک ساتھ علاج جاری کیا جاتا ہے۔ ہومیو پیتھک دوا سیپیا/ سی فیوگا کو میں نے اِس طرح کے دردوں میں بہت مفید پایا ہے۔

سر درد بالخصوص ایسے سر درد جنہیں میگرین (Migraine) دردِ شقیقہ کہا جاتا ہے؛ کی وجہ اکثر ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ منفی سوچوں کا دماغ میں گھر کر جانا، نیند نہ آنا، مستقل پریشانی، ہر وقت کا غصہ، نیند کی کمی خرابی، پیاس کا بہت کم ہو جانا، مختلف قسم کے وہم، ڈر، خوف، فوبیاز ایسے مسائل ہیں جن کا علاج کرنے سے سر درد کی تکلیفیں وغیرہ ٹھیک ہو جایا کرتی ہیں۔

سر درد کی اور بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں؛ اِس لئے سر درد کو محض وقتی دواؤں یعنی پین کلرز (Pain Killers) سے دبانے کی بجائے معالج سے اپنا کیس تفصیلاً ڈسکس کریں۔ یہ کسی بڑے خطرے کا الارم بھی ہو سکتا ہے۔ اِس لئے اِس پر بھرپور توجہ دے کر علاج کروانا ضروری ہے۔

هفتۂ رفتـــه

سعودی عرب نے حاجیوں کے لیے جاری کیں صحت اور حفاظت سے متعلق نئی ہدایات

عازمین حج 2024 کے لیے سرکاری اجازت نامے کو ضروری بنانے کے ساتھ ہی سعودی عرب نے صحت کے حوالے سے بھی نئی ہدایات جاری کی ہیں۔ سعودی عرب کی وزارت حج وعمرہ نے عازمین کے لیے متعدد ویکسین لگوانا لازمی قرار دیا ہے۔ 'صحتی' ایپلی کیشن کے ذریعے حجاج کو ویکسینیشن کی اپ ڈیٹس دینا ہوں گی اور یہ بتانا ہوگا کہ انہیں ویکسین لگائی گئی ہے یا نہیں۔ وزارت حج وعمرہ کا کہنا ہے کہ ویکسینیشن کے لیے حجاج کے لیے صحتی ایپ پر رجسٹر ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب میں رہنے والے لوگوں کے لیے کووڈ-19 ویکسین، انفلوئنزا ویکسین اور میننجائٹس (گردن توڑ بخار) کی ویکسین لگوانا بھی ضروری ہے۔ عازمین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ ویکسین گزشتہ 5 سال کے اندر ہی لگی ہوں۔ دوسرے ممالک سے مکہ آنے والوں کے لیے جاری رہنما ہدایات میں کہا گیا ہے کہ حج کے لیے آنے سے کم از کم 10 دن پہلے یا پانچ سال کے اندر نیجر یا میننجائٹس کے ویکسین لگوائی گئی ہوں۔ یہ مدت 5 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ پولیو ویکسینیٹڈ ہونا بھی ضروری ہے اور حجاج کے پاس اپنے ملک کا ویکسینیشن سرٹیفکیٹ بھی ہونا چاہیے۔

کالیجیم سسٹم ختم کرنے والی عرضداشت پر سماعت سے انکار

سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ میں ججوں کی تقرری کے کالجیم سسٹم کو ختم کرنے کی درخواست والی عرضداشت پر غور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ، جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس منوج مشرا کی بنچ نے ایڈووکیٹ میتھیو زنید ومپرا کی اس درخواست پر غور کیا کہ کالجیم سسٹم کو ختم کرنے کی عرضداشت کو سماعت کی فہرست میں شامل کیا جانا چاہئے۔ ایڈووکیٹ میتھیو زنید ومپرا نے عدالت سے کہا کہ میں نے کئی بار اس کا ذکر کیا ہے، رجسٹرار نے اسے مسترد کر دیا ہے اور میری درخواست درج نہیں کر رہا ہے۔ سی جے آئی نے کہا کہ رجسٹرار (سماعت کے لیے فہرست میں شامل کرنے سے متعلق) کا یہ موقف ہے کہ ایک بار جب آئینی بنچ کسی چیز پر اپنا فیصلہ دے دیتا ہے تو آرٹیکل 32 کے تحت درخواست سماعت کے قابل نہیں ہوتی ہے۔ مگر رجسٹرار کے حکم کے خلاف دیگر متبادل بھی ہیں۔ وکلا کا کہنا تھا کہ قومی عدالتی تقرری کمیشن (این جے اے سی) کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی درخواست چیمبر میں مسترد کر دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا یہ اوارے کی ساکھ کا سوال ہے۔ کالجیم سسٹم کو ختم کرنا ہوگا۔ اس پر چیف جسٹس نے کہا کہ 'میں معافی چاہتا ہوں'۔ پانچ ججوں کی آئینی بنچ نے 17 اکتوبر 2015 کو این جے اے سی ایکٹ اور 99 ویں آئینی ترمیم کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کر دیا تھا۔ بنچ نے کہا تھا کہ آزاد عدلیہ آئین کے بنیادی ڈھانچے کا حصہ ہے۔

راشد العزیزی ندوی

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی: اب اردو میں ایل ایل بی کا آغاز

دنیا کی سب سے پہلی اردو یونیورسٹی یعنی جامعہ عثمانیہ کے آغاز سے لے کر 1950 تک قانون کی تعلیم (ایل ایل بی) اردو میڈیم سے دی جاتی رہی تھی۔ جامعہ عثمانیہ سے اردو میڈیم میں قانون کی تعلیم مسدود ہونے کے پورے 74 برس بعد مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کو اس بات کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ نئے تعلیمی سال 2024 سے اردو میڈیم کے طلبہ اب قانون کی تعلیم بھی اردو میں حاصل کر پائیں گے۔ پروفیسر تبریز احمد نے بتایا کہ قانونی ماہرین کی بڑھتی ضرورت کے پیش نظر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں اسکول برائے قانون (اسکول آف لا) کا آغاز کیا گیا ہے۔ اسکول کے تحت 5 سالہ بی اے ایل ایل بی (آنرس) تین سالہ ایل ایل بی کے علاوہ دو سالہ ایم اے (لیگل اسٹڈیز) اور ایک سالہ ایل ایل ایم (6 اسپیشلائزیشنس کے ساتھ) اور پی ایچ ڈی (قانون) پروگراموں کا آغاز کیا گیا ہے۔ بی اے ایل ایل بی، ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کے لیے آن لائن فارم داخل کرنے کی آخری تاریخ 20 مئی 2024 ہے۔ جبکہ ایم اے لیگل اسٹڈیز کے لیے درخواستیں 30 جون تک داخل کی جا سکتی ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے 8755929751 یا 7289933715 سے حاصل کی جا سکتی ہیں یا dean.law@manuu.edu.in پر ای میل کیا جا سکتا ہے۔

کووڈ کے ٹیکے سے متعلق سپریم کورٹ میں پٹیشن

کوویڈ شیلڈ ویکسین کے حفاظتی پہلوؤں پر تنازع سپریم کورٹ تک پہنچ گیا ہے۔ عدالت میں خطرے کے عوامل کا مطالعہ کرنے کے لیے ماہر طبی پینل تشکیل دینے کی درخواست کی گئی۔ اس کے علاوہ صحت عامہ کے تحفظ کے لیے ہدایات جاری کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ وکیل وشال تیواری کی جانب سے دائر درخواست میں کہا گیا ہے کہ ''ہندوستان میں کوویڈ شیلڈ کی 175 کروڑ سے زیادہ خوراکیں دی گئی ہیں، کورونا کے بعد ہارٹ اٹیک اور اچانک بیہوش ہونے سے ہونے والی اموات میں اضافہ ہوا ہے۔ نوجوانوں میں بھی دل کا دورہ پڑنے کے معاملے سامنے آئے ہیں۔ اب کوویڈ شیلڈ کے تخلیق کاروں نے برطانیہ کی عدالت میں دائر کئے گئے دستاویز کے بعد کوویڈ شیلڈ ویکسین کے خطرات اور نتائج کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہیں، جو کہ شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو دی گئی ہے۔'' عدالت میں دائر درخواست میں کہا گیا کہ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں کمیٹی بنائی جائے اور کووی شیلڈ کے مضر اثرات کی تحقیقات کی جائیں۔ درخواست میں یہ بھی کہا گیا کہ ایمس، انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، دہلی کے ڈائریکٹرز اور ماہرین کو کمیٹی میں ممبر کے طور پر شامل کیا جائے۔

Volume:64/74,Issue:17 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

جبر کرنے والوں سے اتنا عرض کر دینا
مستقل نہیں ہوتے اختیار کے لمحے
(حفیظ بنارسی)

مقابلہ جاتی امتحانات اور مسلم اقلیت کی حصہ داری!

پروفیسر مشتاق احمد

اس تلخ حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملک میں جس برق رفتاری سے آبادی بڑھ رہی ہے اس کے تناسب میں روزگار کے مواقع پیدا نہیں ہو رہے ہیں، نتیجہ ہے کہ دن بہ دن ملک میں بیروزگاری کا گراف بلند ہوتا جا رہا ہے اور نوجوان طبقہ بیروزگاری کی وجہ سے مختلف طرح کے نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک روزگار کے مواقع میں اضافہ نہیں ہوگا اس وقت تک یہ بیروزگاری کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری شعبوں میں دن بہ دن روزگار کم ہوتے جا رہے ہیں۔ بالخصوص سرکاری محکموں میں گذشتہ ایک دہائی کا ہی سرسری جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ دو بڑے محکموں مثلاً ریلوے اور مختلف سرکاری دفاتر کے لئے اسٹاف سلیکشن کمیشن کے ذریعہ جو اسامیاں آتی تھیں ان میں کمی واقع ہوئی ہے بلکہ ریلوے جیسے بڑے محکمے جس میں لاکھوں کی تعداد میں اسامیاں آتی تھیں وہ اب ہزاروں میں محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ بیشتر سرکاری محکمے نجی ہاتھوں میں چلے گئے ہیں اور نجی کمپنیوں کی ترجیحات کچھ اور ہی ہوتی ہیں اس لئے اب اعلیٰ عہدوں کے لئے مقابلہ جاتی امتحانات میں شامل ہو کر کامیاب ہونا ہی ایک واحد راستہ ہے جس سے نوجوان طبقہ اپنے روشن مستقبل کو یقینی بنا سکتا ہے۔ واضح ہو کہ ملک میں یو پی ایس سی کے ذریعہ مختلف شعبوں کے لئے قومی مقابلہ جاتی امتحانات کی بنیاد پر امیدواروں کو منتخب کیا جاتا ہے۔ لیکن سب سے اہم امتحان آئی اے ایس، آئی پی ایس، آئی ایف ایس اور الائڈ سروسز کا ہے۔ اس لئے ملک کے لاکھوں نوجوان اس امتحان میں شامل ہوتے ہیں اور اپنی علمی صلاحیت وذہانت کی بنیاد پر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ چوں کہ ہر سال یو پی ایس سی کے ذریعہ مذکورہ امتحانات تین سطحی مقابلہ جاتی امتحانات کی بنیاد پر اختتام پذیر ہوتے ہیں اور اس قومی امتحان میں سیٹیں بھی اتنی کم ہوتی ہیں کہ مقابلہ مزید سخت ہو جاتا ہے۔ پھر ایک بڑی مشکل یہ بھی ہوتی ہے کہ اس قومی امتحان میں بھی ریزرویشن پالیسی کا نفاذ صد فیصد لازمی ہے اس لئے دیگر امیدواروں کے مقابلے مسلم اقلیت طبقے کے امیدواروں کے لئے یہ امتحان مزید سخت ہو جاتا ہے کیوں کہ مسلم اقلیت طبقے کے لئے ایس سی اور ایس ٹی زمرے کی سیٹیں نہیں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قومی مقابلہ جاتی امتحان میں ملک کے مختلف حصوں کے طلبا شامل ہوتے ہیں اور یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ آزادی کے 77 برسوں کے بعد بھی ملک میں یکساں تعلیمی نظام قائم نہیں ہوا ہے۔ نتیجہ ہے کہ جغرافیائی اعتبار سے کئی ریاستیں ایسی ہیں جہاں کے امیدواروں کی حصہ داری بہت کم ہوتی ہے اور اگر ہوتی بھی ہے تو نتائج میں ان کی حصہ داری مایوس کن رہتی ہے اور اس کی واحد وجہ معیار تعلیم ہے۔

جن ریاستوں میں معیاری تعلیم کا ماحول ہے وہاں کے طلبا اسکولی تعلیم سے ہی ذہنی طور پر خود کو اس مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے تیار کرتے ہیں اور انہیں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی اس طرح کا ماحول ملتا ہے جس کی بنیاد پر وہ کامیاب بھی ہوتے ہیں جب کہ جن ریاستوں میں تعلیمی معیار پست ہے اور اسکول و کالج میں اس طرح کی ذہن سازی کا ماحول نہیں ہے وہاں کے امیدواروں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ جہاں تک مسلم اقلیت طبقے کے امیدواروں کی حصہ داری کا سوال ہے تو وہ بھی آبادی کے تناسب میں حوصلہ بخش نہیں ہے۔ ہر سال یو پی ایس سی کے نتائج آنے کے بعد اس موضوع پر بحث ومباحثہ تو شروع ہوتا ہے کہ اس سال اتنے امیدواروں نے کامیابی حاصل کی۔ کوئی اپنی دلیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ نتائج فخریہ ہے اور کوئی مایوس کن قرار دیتا ہے۔ دراصل یہ دونوں رویہ زمینی حقیقت سے کوسوں دور ہوتا ہے کیوں کہ یہ امتحان دیگر امتحانات کے مقابلے سخت ترین امتحان ہے اور یہ ذکر پہلے ہی آچکا کہ چوں کہ سیٹیں کم ہوتی ہیں اور ریزرویشن پالیسی کا صد فیصد نفاذ لازمی ہوتا ہے اس لئے مسلم امیدواروں کے لئے یہ مقابلہ مزید سخت ہے۔ لیکن حالیہ دنوں میں مسلم طبقے میں اس مقابلہ جاتی امتحانات کے تئیں قدرے بیداری آئی ہے اور کئی یونیورسٹیوں اور ریاستی حکومتوں کے ذریعہ اقلیتی طلبا کے لئے کوچنگ کی سہولت فراہم کی گئی ہے جس کی بنیاد پر سال بہ سال اقلیت امیدواروں کی کامیابی کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مگر آبادی کے تناسب میں دیکھا جائے تو جتنی تعداد میں امیدواروں کی شمولیت اس امتحان میں ہونی چاہئے اتنی نہیں ہو پا رہی ہے۔ اس حقیقت سے ہم سب واقف ہیں کہ یو پی ایس سی کے اس تین سطحی مقابلہ جاتی امتحانات میں مرحلہ وار نتائج کی بنیاد پر امیدواروں کو جگہیں ملتی ہیں۔ مثلاً پہلے مرحلہ میں پی ٹی امتحان ہوتا ہے جس میں لاکھوں طلبا شامل ہوتے ہیں اور جب پی ٹی امتحان پاس کرتے ہیں تو پھر مین امتحان میں داخل ہوتے ہیں اور آخری مرحلہ انٹرویو کا ہوتا ہے جس میں کامیابی کے بعد ہی مختلف درجات کے کیڈر کے لئے امیدوار منتخب کئے جاتے ہیں۔ چوں کہ پہلے مرحلہ پی ٹی امتحان میں ہی مسلم اقلیت طبقے کی حصہ داری کم ہوتی ہے اس لئے وہ آخری مرحلے تک پہنچتے پہنچتے سو دو سو تک محدود ہو جاتے ہیں۔ اگر نتائج کو دیکھیں گے تو اندازہ ہو جائے گا کہ دوسرے طبقے کے امیدواری بہ نسبت مسلم اقلیت طبقہ کے امیدوار انٹرویو کے مرحلے تک بہت کم پہنچے ہیں۔ اس لئے اگر اس قومی مقابلہ جاتی امتحانات میں مسلم طبقہ اپنے کامیاب امیدواروں کی شرح میں اضافہ چاہتا ہے تو سب سے پہلے یہ بیداری مہم لازمی ہے کہ یو پی ایس سی کے پہلے مرحلے کے پی ٹی امتحان میں کثیر تعداد میں امیدوار شامل ہوں۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ حالیہ برسوں میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، اے ایم یو علی گڑھ، زکوۃ فاؤنڈیشن دہلی، جامعہ ہمدرد دہلی، حج بھون پٹنہ، حج بھون ممبئی اور کرناٹک، مانو حیدرآباد کے علاوہ کئی رضا کار تنظیموں نے مقامی سطح پر اس امتحان کے لئے کوچنگ کا اہتمام کیا ہے۔ بالخصوص جامعہ ملیہ اسلامیہ کی کوچنگ کی وجہ سے اقلیت طبقے کے امیدواروں کی شرح میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ بہار میں سابق چیف سکریٹری جناب عامر سبحانی صاحب کی دور اندیشی اور اقلیت نوازی کے جذبے کی وجہ سے حج بھون پٹنہ میں قائم کوچنگ برائے مسابقاتی امتحانات کا قیام بھی ایک قابل تحسین کوشش ہے اور یہاں کے نتائج بھی قابل ستائش ہیں کہ حج بھون کی کوچنگ کی وجہ سے بہار میں مقابلہ جاتی امتحان کی ماحول سازی کو استحکام ملا ہے۔ اس سال کے نتائج میں بھی ذوفشاں حق کے علاوہ کئی دیگر امیدواروں کو بھی کامیابی ملی ہے۔ ریاستی سطح کے بہار پبلک سروس کمیشن میں تو حج بھون کوچنگ سے استفادہ کرنے والے کامیاب امیدواروں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ البتہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مقابلے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے کوچنگ مرکز کا نتیجہ مایوس کن ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک یونیورسٹی سطح پر اس مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے ماحول تیار نہیں کیا جائے گا اس وقت تک وہاں کے کوچنگ میں امیدواروں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا۔ حال ہی میں میں نے علی گڑھ کے اس کوچنگ مرکز کا دورہ کیا تھا اور وہاں کے ڈائرکٹر سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تھی۔ ڈائرکٹر موصوف نے بھی افسوس ظاہر کیا کہ ہمارے یہاں جتنے طلبا زیر تعلیم ہیں اس تناسب میں اس کوچنگ کی طرف مخاطب نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب اس امتحان میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا اس وقت تک نتائج اسی طرح آتے رہیں گے۔ لیکن یہ خوش آئند بات ہے کہ آہستہ آہستہ ہمارے کامیاب امیدواروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سال کے نتائج میں بھی 50 امیدواروں نے کامیابی حاصل کی ہے وہ ہمارے لئے حوصلہ بخش ضرور ہے لیکن اگر واقعی مسلم طبقہ اپنے معاشرے کی تصویر بدلنا چاہتے ہیں اور اپنے نونہالوں کی تقدیر بدلنا چاہتے ہیں تو انہیں مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے سنجیدگی سے اپنے معاشرے میں بیداری پیدا کرنی ہوگی اور اسکولی تعلیم سے ہی معیاری تعلیم کا نظم مستحکم کرنا ہوگا کہ یہ قومی مقابلہ جاتی امتحانات میں وہی طلبا کامیاب ہو سکتے ہیں جن کی تعلیمی بنیادیں مستحکم ہیں۔ اس لئے حالیہ برسوں میں ان ریاستوں کے طلبا کی تعداد مسابقاتی امتحانات میں سبقت رکھتی ہیں جہاں معیار تعلیم پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ ریاست جموں وکشمیر میں بنیادی تعلیم کے معیاری اور مستحکم ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ہر سال وہاں کے مسلم اقلیت امیدوار کامیابی کا پرچم لہرا رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ ملک کے اقلیت مسلم طبقے میں یہ بیداری ضروری ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں معیاری تعلیم پر زیادہ توجہ دیں اور دیگر غیر ضروری اور نمائشی اخراجات کو کم کر کے تعلیمی مہم پر خرچ کریں کہ ملک میں اقلیت طبقے کی شناخت اب صرف اور صرف معیاری تعلیم اور مسابقاتی امتحانات میں خاطر خواہ کامیابی کی بنیاد پر ہی مستحکم ہو سکتی ہے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس اپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-29/04/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421
Scanned with CamScanner